عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۵ | ۲۷/جمادی الاولیٰ تا ۳/جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/جون ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۲۴

عصرِ حاضر میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی

اُمّت کے مسائل کا حل

اصل منزل کا خیال

اِنسانیت کے دُشمن

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http//WWW.khatme-nubuwwat.org
http://WWW.khatme-nubuwwat.com

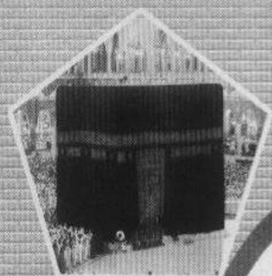

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

فجر اور عصر کے وقت قضا نماز کی ادائیگی:

س:...... کیا فجر اور عصر کی نمازوں کے وقت قضا نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

ج:...... جی ہاں! کی جاسکتی ہے۔

س:...... کیا جمعہ کی نماز میں فرض سے پہلے چار رکعت سنتوں میں صرف کوئی ایک طویل سورت پڑھی جاسکتی ہے، یعنی چار رکعتوں میں صرف ایک ہی سورت پڑھی جائے۔

ج:...... جمعے کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں مسنون ہیں، مگر ہر سنت مؤکدہ کی طرح اس کی بھی چاروں رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سی سورت ملانا واجب ہے۔ آپ کو جو سورتیں یاد ہوں، ان میں پڑھ سکتے ہیں۔

قرآن خوانی کا اجتماع:

س:...... اگر خاندان کے لوگ باہم جمع ہوکر قرآن خوانی کرائیں تو کیا اس کی اجازت ہے؟

ج:...... جی ہاں! جائز ہے، مگر اس کے لئے اس کا اہتمام ضرور کرلیا جائے کہ اگر برکت کے لئے قرآن خوانی ہو تو خاندان کو متوجہ کرنا درست ہے، لیکن اگر ایصالِ ثواب کی غرض سے قرآن خوانی ہو، تو اس کے لئے اعلان نہ کیا جائے، جو آجائیں یا اپنی مرضی سے قرآن پڑھنا چاہیں تو زیادہ بہتر ہے، ورنہ صرف تکلفاً آنے والوں کے پڑھنے میں اخلاص نہ ہوگا، وہ خدا کے لئے کم اور دکھاوے کے لئے زیادہ ہوگا، جس سے ثواب نہ ہوگا، تو مردے کو ثواب کیونکر پہنچے گا؟ جبکہ برکت والی قرآن خوانی میں برکت مقصود ہوتی ہے اور برکت تو کسی بھی انداز سے پڑھا جائے، حاصل ہوجائے گی۔

نفسیاتی مریض کی طلاق:

س:...... ایک شخص نفسیاتی مریض ہے، کبھی کبھار ذہنی پریشانی کی وجہ سے اسے دورے بھی پڑتے ہیں، جن میں وہ مغلظات بھی بکتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اس حالت میں اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے، یعنی تین سے زائد مرتبہ طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی؟

ج:...... اگر ایسا شخص ایسی حال میں مجنونانہ کیفیت میں ہوتا ہے اور اس کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں ہوتے تو اس وقت کی طلاق کا اعتبار نہیں، لیکن اگر وہ ہوش وحواس میں ہوتا ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

پرفیوم کا استعمال:

س:...... مجھے اسپرے اور پرفیوم کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ اگر اس میں الکحل نہ ملی ہو تو کیا اس کا لگانا صحیح ہے؟

ج:...... ہمارے اکابر، اساتذہ اور اہلِ فتویٰ اس کے استعمال کو جائز کہتے ہیں۔ اس کا استعمال جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو فلاں ہوتا، کا مصداق کون ہے؟

س:...... واضح حوالہ کے ساتھ یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے صحابیؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ: ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو فلاں ہوتے؟''

ج:...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: ''لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب۔'' (ترمذی ص۲۰۹، ج۲)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد:۲۵ شمارہ:۲۴ ۲۷/جمادی الاول تا ۴/جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴/جون تا ۳۰/جون ۲۰۰۶ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر: مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس ادارت

- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- علامہ احمد میاں حمادی
- صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
- صاحبزادہ طارق محمود
- مولانا بشیر احمد
- مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
- مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا

کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر: حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میئو ایڈووکیٹ

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔

یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،

بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور

اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

اس شمارے میں

قادیانیوں کے حوالے سے پاکستان پر بے جا الزامات (اداریہ)		۴
امت کے مسائل کا حل	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
عصر حاضر میں سیرت نبی کی رہنمائی	مولانا اشتیاق احمد قاسمی	۷
اصل منزل کا خیال	مولانا شمس الحق ندوی	۱۲
انسانیت کے دشمن	مولانا حبیب الرحمن اعظمی	۱۴
تم کیسے عاشق رسولؐ ہو؟	حکیم محمد احمد بیگ	۱۶
”محمد رسول اللہ“ کا قادیانی تصور	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	۱۸
عالمی دہشت گردی قرآن کریم اور بائبل کا موقف ڈاکٹر عبدالخالق		۲۳

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.

Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

Hazori Bagh Road, Multan

Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:

35,Stockwell Green,

London, SW9 9HZ U.k.

Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیوں کے حوالے سے پاکستان پر بے جا الزامات

قادیانیوں کے حوالہ سے پاکستان پر ایک الزام یہ عائد کیا جاتا ہے کہ قادیانی مذہبی آزادی کے لحاظ سے پابندیوں کا شکار ہیں' جن میں ان کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی' مسلمانوں کے قبرستان میں ان کی تدفین' ان کے مذہب' تقریر' اجتماع اور پریس پر پابندیاں شامل ہیں۔ لیکن اس کے قطعی برعکس آج تک کسی قادیانی عبادت گاہ کی بے حرمتی کا کوئی واقعہ پاکستان بننے کے بعد سے آج تک پیش نہیں آیا' اور پیش آ بھی کیسے سکتا ہے کہ ملک میں کلیدی آسامیوں اور مقامی انتظامیہ میں اہم عہدوں پر تو قادیانی فائز ہوتے ہیں' بھلا ان کے زیر انتظام علاقہ میں ان کی اپنی عبادت گاہ کی بے حرمتی بھی کہیں ممکن ہے؟ ہاں اگر وہ خود ایسا کروا دیں تو اور بات ہے' لیکن کسی عام مسلمان کی جانب سے اس کا تصور بظاہر ناممکن ہی نظر آتا ہے۔

رہ گئی مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین کی بات! اس سلسلہ میں عرض ہے کہ قادیانی عموماً اپنے مردے چناب نگر یا دیگر علاقوں میں واقع اپنے خاص قبرستان میں دفن کرتے ہیں' ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان کی تدفین مسلمانوں کے قبرستان میں کیونکر ممکن ہے؟ اور ویسے بھی جب انہوں نے خود اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مسلمانوں سے الگ کرلیا ہے' تو لامحالہ ان کی تدفین بھی مسلمانوں سے الگ ہونی چاہئے۔ اس پر کیا جانے والا اعتراض کسی بے عقل کی ذہنی کرشمہ سازی معلوم ہوتا ہے۔

یہی صورتحال مذہبی وتقریری آزادی' آزادی اجتماع اور پریس پر پابندیوں کے بارے میں بھی سمجھ لی جائے۔ قادیانیوں کو پاکستان میں اپنی عبادت گاہوں کے اندر عبادت کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے' اور پاکستان کے آئین اور قانون نے قادیانیوں کی کسی عبادت پر پابندی عائد نہیں کی' بلکہ انہیں دوسرے مذاہب کی عبادت کا مضحکہ اڑانے' دھوکا دہی کے لئے ان کا طرز اپنانے اور ان مذاہب کی مقدس شخصیات کی توہین سے روکا ہے' اور یہ اقدام ابالکل درست ہے' اگر ایسا نہ کیا جاتا تو شاید مختلف مذاہب کے پیروکار قادیانیوں کو ان کی خباثتوں کے جواب میں کچا چبا جاتے' حکومت کا یہ اقدام تو قادیانیوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔

آزادی تقریر کی اجازت اگر قادیانیوں کو نہ ہوتی تو بھلا پاکستان میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کیونکر مشتعل ہوتے؟ یہ قادیانیوں کی اشتعال انگیز گفتگو ہی تو ہے جو اسلام' مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف ملک میں نفرت کی آگ بھڑکا رہی ہے۔ قادیانی اجتماعات تبلیغ کی غرض سے منعقد کئے جاتے ہیں اور پاکستان میں قادیانیوں کو اپنی ارتدادی تبلیغ کی اجازت دینا ملک کو انتشار وانارکی کی راہ پر ڈالنا ہے' کیونکہ قادیانی مذہب کا مرکز ومحور یہ عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جس قادیانی اجتماع میں بھی اس عقیدہ کو ماننے کی دعوت دی جائے گی اور اسے مدار نجات قرار دیا جائے گا' وہ اجتماع ملک کی اکثریتی آبادی کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرکے کسی بھی وقت امن وامان کا مسئلہ پیدا کرسکتا ہے۔ ویسے بھی یہ بات واضح ہے کہ کسی بھی مسلم ملک میں ارتداد کی تبلیغ کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ دی جانی چاہئے۔

اسی طرح قادیانی پریس بھی نہ صرف یہ کہ مکمل طور پر آزاد ہے' بلکہ کھلے بندوں ملکی آئین اور قانون کا مذاق اڑانے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے میں مصروف ہے۔ قادیانیوں کے رسائل' جرائد اور اخبار' اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جس کی مغربی ممالک ان سے آرزو رکھتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ حکومت ہمیشہ کے لئے ان پر پابندی عائد کردے' لیکن نہ معلوم کن بنیادوں پر ایسا نہیں کیا جارہا۔

بہر حال قادیانی فتنہ کے سدباب کے لئے ہر ممکن اقدامات کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت اپنے اس فرض منصبی کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرے گی۔

امت کے مسائل کا حل فرض منصبی کی ادائیگی میں ہے

مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط بنایا ہے‘ یعنی مرکزی اور بلند مقام رکھنے والی اور دوسروں کی نگراں امت‘ مرکزی اور بلند مقام رکھنے کی حیثیت سے اس کو اعلیٰ کردار اور بلند معیار کا ثبوت دینا ہوتا ہے اور دوسروں کی نگراں امت ہونے کی بنا پر دوسری امتوں پر یہ نظر رکھنا ہوتا ہے کہ راہِ حق اور اعلیٰ کردار کو اختیار کرنے میں ان کا کیا رویہ ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

”وکذلک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا۔“

(البقرہ)

ترجمہ: ”اور ہم نے تم کو امت وسط (یعنی مرکزی اور بلند مقام رکھنے والی امت) بنایا تاکہ لوگوں کے نگراں و گواہ بنو۔“

اور اسی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مسلمانو! تم بہترین امت بناکر انسانوں کے لئے بھیجے گئے ہو‘ وہ یہ کہ تم ان کو اچھی باتوں کی تلقین کرو اور بُری باتوں سے منع کرو‘ اس طرح مسلمانوں پر تین ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں: ایک تو معیاری اور اعلیٰ کردار کے مطابق بننے کی‘ دوسرے دیگر لوگوں کو بھی معیاری اور اعلیٰ کردار کا بننے کی تلقین کرنے کی اور تیسرے ان کے قبولِ حق اور ترکِ باطل کے عمل پر نظر رکھنے کی‘ اس امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ان ہی ذمہ داریوں کو انجام دینے یا نہ دینے کے لحاظ سے ہوتا ہے‘ مسلمانوں کا ماضی اور حال بھی اسی کی شہادت دیتا ہے اور اپنی ان ہی ذمہ داریوں کو نبھانے کے اعتبار سے عزت اور رحمت کے راستوں سے گزرتے ہیں‘ انہوں نے جب اپنے معیار کو صحیح رکھنے کی اور اس کے مطابق اپنی عملی زندگی بنانے کی کوشش کی‘ تو ان کو بلندی اور برتری حاصل ہوئی اور جب انہوں نے اپنی حالت سنوارنے اور اپنے اعلیٰ کردار کو جاری رکھنے میں کوتاہی کی‘ تو ان کو دھکے لگے اور ذلت سے گزرنا پڑا‘

مسلمانوں پر جو سخت حالات اور ذلت آمیز واقعات ان کی تاریخ میں پیش آتے رہے ہیں‘ وہ کبھی تو ان کی کوتاہیوں کی صورت میں سزا کے طور پر پیش آئے اور کبھی اعلیٰ معیار کو برقرار نہ رکھنے کی صورت میں بھی پیش آئے‘ یہ واقعات جب ان کی آزمائش اور امتحان کے طور پر پیش آئے تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھے کہ عزیمت اور ہمت ان میں کہاں تک قائم ہے؟ سخت حالات پیش آنے کی صورت میں مسلمانوں کو اولاً اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ان میں وہ کیا کوتاہیاں ہوسکتی ہیں‘ جو اس طرح کی سزا کا سبب ہوسکتی ہیں اور پھر فوراً ان کوتاہیوں کو اپنے دامن سے صاف کرنے کی کوشش کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کو اپنے لئے واپس لائیں‘ اور اگر غور کرنے پر بھی اپنی کوتاہیاں نظر نہ آئیں تو ان کو ان تکلیف دہ حالات کو اپنے رب کی طرف سے ایک امتحانی امر سمجھنا چاہئے اور یہ امید رکھنا چاہئے کہ یہ امتحان گزر جائے گا اور ان کے صبر و رضا کا صلہ ان کو یہ ملے گا کہ ان کی ساکھ‘ عزت اور قوت واپس ہوجائے گی‘ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت و مرضی نافذ کرنے کے لئے کارگزاروں کی حیثیت عطا فرمائی ہے‘ وہ اس کارگزاری کو اگر صحیح انجام دیتے ہیں تو کوئی طاقت ان کو شکست نہیں دے سکتی‘ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے:

”وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔“

ترجمہ: ”تم ہی سب سے سربلند ہوگے اگر ایمان والے ہوگے۔“

مسلمانوں کی چودہ سوسالہ تاریخ میں برابر ان باتوں کا ظہور ہوتا رہا ہے اور بعض مرتبہ امت پر ان کے دشمنوں کو ایسا غلبہ حاصل ہوا کہ یہ خطرہ محسوس کیا جانے لگا کہ اب مسلمان اس مسکنت و ذلت سے نہ نکل سکیں گے‘ لیکن پھر یہی ہوا اور وہ ذلت و مسکنت سے سرخرو ہوکر نکلے‘ بلکہ:

”پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے“

ان کے دشمن خود سرنگوں ہوکر تابع دار

بن گئے۔

اب تو عالم اسلام بہت بڑا اور وسیع ہو چکا ہے اور اس کے اقتدار وعزت کے ذرائع بھی بہت وسیع ہو چکے ہیں' کمی صرف اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور اپنی کوتاہیوں اور حق سے روگردانیوں کو دور کرنے کی ہے' مسلمانوں میں ایک طرف شان وشوکت کا اظہار خاصا بڑھا ہے اور دوسری طرف غیروں کے اخلاقی و تہذیبی طریقوں سے بچنے کی کوششوں میں بھی بڑی کمی آ گئی ہے' اسی کے ساتھ ساتھ دشمنوں کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں اور حکمت عملیوں کو سمجھنے اور ان کا توڑ کرنے کی طرف توجہ دینے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے اور اس کے لئے سود مند ذرائع اختیار کرنے میں بھی کوتاہی ہے' اس وقت تعلیم اور ذرائع ابلاغ قوموں کی عزت وذلت کے معاملہ میں بڑا کردار انجام دے رہے ہیں' اور ان دونوں کے سلسلہ میں مسلمانوں میں خاصی بے توجہی اور کوتاہی ہے' مسلمانوں کے معاشرے میں جو بُرے طور وطریق پھیلتے چلے جارہے ہیں' ان کی اصلاح کی فکر بھی نہیں کی جارہی ہے' اللہ تعالیٰ کو مشرکانہ خیالات اور جاہلیت کے کاموں سے سخت نفرت ہے' اور یہ خیالات اس کی رحمت کو بہت دور کرنے والی باتیں ہیں لیکن ہمارا معاشرہ غلط رسموں اور شرک کی کیفیت رکھنے والے اعمال سے متاثر ہوتا چلا جارہا ہے اور ان کو روکنے کا کام بہت ہی کم ہے۔

یہ ہماری اندر کی خرابیاں ہیں اور باہر کے اعتبار سے ہم دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ مسلمانوں کے بدخواہوں کی طرف سے ان کو ظالم اور امن دشمن ثابت کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ اور ذرائع تعلیم سے کیا کچھ نہیں کیا جارہا ہے' بلکہ بہت سے واقعات فرضی کرائے جاتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ ذرائع ابلاغ کو مسلمانوں کو بدنام کرنے کا مواد مل سکے' حقیقت کچھ ہوتی ہے اور اس کو طاقتور ذرائع سے کچھ سے کچھ اور بنا کر پیش کیا جاتا ہے' اس طرح اس وقت سارا عالم مل کر مسلمانوں کو نشانہ بنارہا ہے' جس کے اثر سے غیر تو غیر' خود مسلمان بھی دھوکا میں پڑ جاتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنی کمزوریوں کا جائزہ دینی اور دنیاوی دونوں لائنوں سے لیں اور غلطیوں کا تدارک کرنے اور کوتاہیوں کو دور کرنے اور امت مسلمہ کو جو چیلنج درپیش ہیں' ان کا اہلیت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں' اس طرح امت مسلمہ ایک ناقابل شکست امت ثابت ہوگی اور کامیابی اور سرخروئی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے رکھی ہے' وہ اس کو حاصل ہوگی۔

☆☆..........☆☆

ثمر آور ہے۔ مالی نہیں بلکہ اس کے لاکھوں نگہبان ہیں' بے آب نہیں بلکہ شہیدوں کے مبارک اور تازہ خون سے سبز وشاداب ہے۔

اسلام کا یہ درخت پوری آب وتاب سے روبہ ترقی ہے' مورچے بن گئے جب کہ مدرسے محاذ' علماء سپہ سالار بن گئے اور طلبہ مجاہد۔

آج یورپ جس اسلام کے سامنے بند باندھنے کا منصوبہ بنارہا ہے' یہ لوگ کان کھول کر سن لیں کہ یہ عیاش حکمرانوں کا نہیں' ان دیوانوں کا اسلام ہے جنہوں نے شہروں' ویرانوں اور اعلیٰ وادنیٰ کی تمیز کئے بغیر شمع اسلام کو فروزاں کیا ہے۔

مولوی کا صلہ:

اس سب کے باوجود قوم سے مولوی کو کیا ملا؟ ملامت بھری باتیں' حقارت آمیز نظریں اور اب الزامات کی بوچھاڑ اور اس کے خلاف منصوبوں کی یلغار۔

چاہئے تو یہ تھا کہ اس کا حق پہچان کر اسے اس کا ساعت حسن پرستوں نے قرینہ محبت بھلایا' مگر یہ ایک ہی طریقے پر کھڑے رہے' اصحاب غرض نے ہر بار اپنی زندگی کے آئین توڑے' قانون پامال کئے اور حدود پھلانگ گئے' مگر یہ ارباب ایمان اور صاحب دل اپنے دین سے جڑے رہے۔

مولوی کی فاقہ مستی کا نتیجہ:

مولوی کی غربت نے دین کو عزت دی' اس کی ہر شکستہ آرزو دین کی آبرو بن گئی' ان کی فاقہ مستی نے اہل اسلام کو ہستی بخشی' یہ لوگ عمر بھر دربدر رہے' مگر دین کو غیروں کی نذر نہ ہونے دیا' ان کی خانہ ویرانی نے دین کو تابانی دی' ان کا وجود حجروں میں سمٹتا گیا' مگر پیغام اسلام ہر سو پھیلتا گیا' آفتاب اسلام چڑھتا گیا' آج عالم اسلام جو کچھ ہے وہ کسی کا شاخ شاہی کی سرپرستی کا نتیجہ نہیں بلکہ ملا کی فاقہ مستی کا ثمرہ ہے' یہ مساجد ومدارس کا فیضان ہے کہ ہزاروں حادثوں کے

باوجود شجر اسلام بے برگ وبے ثمر نہیں' بلکہ سایہ دار اور شاندار صلہ دیا جاتا' اور اس کے پیغام کو مسجد ومدرسہ سے لے کر ایوانوں اور عدالتوں میں نافذ کیا جاتا' لیکن ہو یہ رہا ہے کہ کبھی اس کی کردارکشی کی مہم چلائی جارہی ہے اور کبھی اس کے قائم کردہ معیاری نصاب کو مغرب زدہ کرنے کے لئے اس پر زور ڈالا جارہا ہے' حالانکہ ملکی خزانہ کو جس بے دردی سے روشن خیال طبقے نے لوٹا ہے' اس کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں' نیب میں جتنے بھی کیس ہیں' سب روشن خیال طبقے ہی اس میں ملوث ہیں نہ کہ مدرسہ میں پڑھنے پڑھانے والے کبھی تو اس مہم میں اتنی شدت پیدا ہو جاتی ہے لگتا ہے کہ اہم مسائل میں صرف دینی مدارس میں اصلاحات کی ضرورت سے زیادہ اہم مسئلہ کوئی اور ہے ہی نہیں اور یہ موضوع اس قدر فوری توجہ کا متقاضی اور ناگزیر طور پر حل کئے جانے کا محتاج ہے کہ اگر اس سے فوراً نمٹا گیا تو ملک ناقابل بیان مصائب میں گھر سکتا ہے۔

عصر حاضر میں سیرت نبوی ﷺ کی رہنمائی

آج کا دور ترقی یافتہ کہلاتا ہے' ہر گوشہ زندگی میں نت نئی ایجادات ہورہی ہیں' جدید اکتشافات کے سامنے عقل وخرد محو حیرت ہے' آج دنیا کی دوری ختم ہوچکی ہے' ذرائع ابلاغ اور وسائل نقل وحمل نے ترقی کر کے سالوں اور مہینوں کے کام دنوں گھنٹوں اور منٹوں میں ممکن کردیئے ہیں' پہلے کے بالمقابل آج مال و دولت کی بھی کمی نہیں رہی' حقیقت میں آج زمین سونا اگل رہی ہے' سمندروں نے اپنی تہوں سے ہیرے' موتی اور جواہر پارے ''سواحلِ انسانی'' پر لاکر رکھ دیئے ہیں' سارے اسباب و وسائل کے باوجود آج لوگوں کو سکون وطمانیت حاصل نہیں' ایک دائمی بے اطمینانی ہے جو سب پر مسلط ہے' ہر طرف ظلم وستم کی گرم بازاری ہے' آئے دن فسادات اور قتل وغارت گری ہورہی ہے' نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں' فتنوں کا نہ تھمنے والا سیلاب امڈتا چلا آرہا ہے' جس طرف دیکھئے اختلاف ہی اختلاف ہے' بین الاقوامی اختلاف' فرقہ واری اختلاف' سیاسی پارٹیوں کا اختلاف' خاندان کا اختلاف' گھر اور افراد کا اختلاف اور نہ جانے کون کون سے اختلافات ہر سو رونما ہورہے ہیں' ہر آدمی ایک دوسرے سے مختلف و منحرف نظر آرہا ہے' خودغرضی عام ہورہی ہے' اخلاق و پاکدامنی کا فقدان ہے' شرافت وامانت ناپید ہورہی ہے' امن وآشتی اور سکون وعافیت مفقود ہوتی چلی جارہی ہے' کون سی ایسی برائی ہے جس کا تصور کیا جائے اور وہ معاشرے میں موجود نہیں' زنا اور شراب نوشی عام ہے' سود اور سودی کاروبار ہر گھر میں پہنچ چکا ہے' جوا اور سٹہ بازی کی نئی نئی شکلیں اختیار کی جارہی ہیں' خودکشی بلکہ نسل کشی ایک فیشن بن گئی ہے' آج کے اس دور کو کون سا دور کہیں گے؟ فتنوں کا دور' گناہوں کا دور' بے حیائی اور بے لگامی کا دور' خودسری اور خودغرضی کا دور' شیطانی دور یا جوجی یا ماجوجی دور' سمجھ میں نہیں آتا کہ عصر حاضر کو کیا نام دیا جائے؟ دورِ حاضر دورِ جاہلیت کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے' بلکہ بعض لحاظ سے اس سے بھی آگے جاچکا ہے' ان جملہ خرابیوں کو دور کرنے اور ان پر قابو یافتہ ہونے کی سارے عالم میں کوششیں کی جارہی ہیں' لیکن کوئی کوشش کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی' نئی نئی تجاویز

مولانا اشتیاق احمد قاسمی

روبہ عمل آکر فیل ہورہی ہیں' تعمیر کے بجائے تخریب کا باعث بن رہی ہیں' یہ کوئی تعجب کی بات نہیں' ہونا بھی یہی چاہئے' اس لئے کہ ان جملہ خرافات' بے اطمینانی اور بے چینی پر قابو پانے کے لئے محض انسانی تدبیریں اختیار کی جارہی ہیں اور انسانی تدبیریں پورے طور پر کامیاب ہی کب ہوتی ہیں؟

آج ضرورت ہے ان تدبیروں کی اور نسخہ کیمیا کی جو نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے استعمال کیا تھا' یہ خالق کائنات کا عطا کردہ نسخہ تھا' جس نے گھٹاٹوپ تاریکیوں میں پھنسی ہوئی انسانیت کو روشن شاہراہ پر لاکھڑا کردیا' جس نے بدترین خلائق کو بہترین خلائق بنادیا اور جس نے مردوں کو مسیحا کردیا۔

عصرِ حاضر کے مذہبی اختلاف میں سیرت نبی ﷺ کی رہنمائی:

عالمی پیمانے پر اتحاد و اتفاق قائم کرنے کی ضرورت آج سب سے زیادہ محسوس کی جارہی ہے' آج کوئی ایسا اقتدار نہیں جس کو سب لوگ تسلیم کریں' جس کی سب اطاعت کریں' کسی متفقہ اقتدار کا نہ ہونا آج کی سب سے بڑی کمی ہے' ایک قوم دوسری قوم کو دیکھنا نہیں چاہتی' مختلف قسم کے معاہدے ہوتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں' ان کے حل کے لئے اگر یہ سوچا جائے کہ کسی ایک انسان کی حاکمیت پر سارے لوگ متفق ہوجائیں' ہر ایک اس کی اتباع کرے تو ایسا فطری طور پر ناممکن ہے' اس لئے کہ آج ہر قوم دوسری قوم کی مخالف ہے تو جس انسان کا بھی انتخاب ہوگا وہ کسی ایک قوم کا فرد ہوگا' اس ایک پر اگر اتفاق سے اپنی قوم متفق ہوگی تو دوسری اقوام کو متفق کرنا آسان نہیں' پھر یہ کہ انسان نفسانی اغراض اور ذاتی خواہشات سے پاک نہیں ہوتا اگر کسی پر اتفاق کر لینے کی پوری دنیا کوشش بھی کرے تو وہ آدمی وقت کا ''فرعون'' اور دور حاضر کا ''بش'' ثابت ہوگا' وہ سارے فوائد اپنے لئے' اپنے خاندان' اپنے فرقے اور اپنی قوم کے لئے سمیٹ لے گا' دوسرے لوگ محروم اور منہ تکتے رہ جائیں گے' اس طرح انصاف کی جگہ ظلم اور مساوات کی جگہ بے اعتدالیوں کی حکومت ہوگی' کسی آدمی کا علم اتنا وسیع نہیں ہوسکتا کہ ہر انسان کی ضروریات

معلوم کرسکے' اصلاح وفلاح کی صورتوں سے واقف ہو' ہر ایک کی فطرت کو جانتا ہو' اس لئے وسیع ترین علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھائے گا اور پوری انسانی آبادی کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کردے گا' اس لئے کسی انسان پر پوری نوعِ انسانیت کا متفق ہونا ناممکن اور لا حاصل ہے۔

اس اختلاف کے ختم کرنے کی ایک دوسری شکل بھی ممکن نہیں کہ ساری انسانیت مل کر کسی ایک ادارہ کی حاکمیت کو تسلیم کرلے' اس کے ہر حکم کو من وعن مان لے' کوئی ادارہ سارے انسانوں کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کرسکتا' اور نہ ہی ایسا متفقہ قانون بنا سکتا ہے' جس میں ہر ایک کی فطری ضرورتوں کا پورا لحاظ اور قانون ایسا عزیز بلکہ ہر دل عزیز ہو کہ سارے لوگ اس کو جان ودل سے ماننے لگیں' بالآخر یہ اختلاف وانتشار ختم نہیں ہوگا' بلکہ لازمی طور پر اس ادارے میں جس قوم کی نمائندگی زیادہ ہوگی' ادارہ اس کے لئے بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا' وہ اس کی آڑ میں اپنے الو سیدھا کرنے میں مشغول و مصروف رہیں گے' دنیا میں جتنے ادارے عالمی پیمانے پر قائم ہوئے ان سب کا حال یہی ہوا' آج اس کی واضح مثال عالمی تنظیم "اقوام متحدہ" ہے۔

لہٰذا آج اختلاف حل کرنے کے لئے وہی کرنا ناگزیر ہے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا' آپ نے اختلاف وانتشار سے تباہ دنیا کو متحدہ کرکے عملی مثال پیش کردی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بتادیا کہ اے انسانو! کسی انسان یا کسی ادارے کے کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کے بجائے ایک ایسی ذات کی حاکمیت کو تسلیم کرلو جس نے سارے انسانوں اور اداروں کو جنم دیا ہے' جو خالق ارض وسماوات اور "خالق الحب والنوی" ہے' اسی نے سارے انسانوں کو پیدا کیا وہی ان کا پالنہار ہے' وہی سب کی زندگی اور موت کا مالک ہے' وہ ہر ایک کی فطری ضرورتوں سے واقف ہے' ہر ایک کو رزق وہی پہنچاتا ہے' اسی کی دنیا اسی کا عقبیٰ ہے' وہی نظامِ عالم کا نگراں اور مدبر ومنتظم ہے" الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین" (الاعراف:۵۴) وہی کائنات کا حقیقی فرمانروا ہے' اسی کی حاکمیت کو تسلیم کرنے میں بھلائی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "دعوتِ توحید" کو جوق درجوق افرادِ انسانی نے قبول کیا' مذہبی اختلافات کے ختم کرنے کا یہ سب سے بڑا مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے موجودہ اہل کتاب' یہود ونصاریٰ کو توحید پر متحد ہوجانے کی دعوت دی اور بحکم خدا ارشاد فرمایا:

"اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم اور) برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے۔" (آل عمران:۶۴)

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے درمیان مذہبی اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی' آج سیرت نبوی ﷺ سے انسانیت کو یہ رہنمائی مل رہی ہے کہ اے بنی آدم! دہریت اور خدا کے انکار کو چھوڑ کر وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لے آؤ' سارے انسان مل کر بس اسی کی رسی کو تھام لو' اسی میں امن وسکون اور طمانیت قلبی ہے' اس کے علاوہ کسی غیر کو تسلیم کرکے قلوب کو راحت نصیب نہیں ہوسکتی۔

"اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو باہم متفق ہوکر پکڑے رہو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔" (آل عمران:۱۰۳)

توحید کی رسی ہی ایک ایسی رسی ہے' جس نے عرب کی آپس کی دشمنی اور رسہ کشی کو ختم کرکے سب کے دلوں کو جوڑ دیا اور سارے لوگ بھائی بھائی ہوگئے ورنہ سب کے سب جہنم رسید ہونے والے تھے' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور تم پر جو اللہ کا انعام ہے' اس کو یاد کرو جب کہ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی' چنانچہ تم لوگ اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی ہوگئے' حالانکہ تم لوگ جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے کہ اللہ نے تمہاری جان بچالی۔" (آل عمران:۱۰۳)

رحمۃ للعالمین نے بتایا کہ اس نے ایک قانونی کتاب نازل فرمائی ہے' جس قانون میں ہر ایک کی مصلحت کی رعایت ہے' اس کتاب پر عمل کرنے میں مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد دونوں زندگیوں میں سکون وراحت ہے' چنانچہ اطراف عالم سے جوق درجوق انسانوں کی بھیڑ نے اس قانون کو تسلیم کیا' جب وہ قانون روبہ عمل لایا گیا تو دنیا کو اضطراب سے راحت ملی' بے کل مریضوں کو جس نسخہ سے سوفیصد فائدہ ہوسکتا تھا وہ نسخہ مل گیا' اس قانون میں گزشتہ نازل کردہ قوانین کی رعایت رکھی گئی تھی' جس طرح ڈاکٹر کے بنائے ہوئے بعد کے نسخے میں گزشتہ نسخوں کی دواؤں کا لحاظ رکھا جاتا ہے' بعد کے نسخوں سے گزشتہ نسخہ منسوخ ہوجاتا ہے' اسی طرح یہ آخری نسخہ قانون ہے اور جس طرح ہر کتاب کے ساتھ ایک سمجھانے اور تشریح کرنے والا بھیجا جاتا رہا ہے' میں بھی اس آخری کتاب کی تشریح کے لئے بھیجا گیا ہوں' اس کتاب اور میری تفسیر میں دنیا کے لئے راحت ہے' اسی کے ذریعہ دنیا میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے' چنانچہ لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت

قبول کی' جس سے دنیا نے سکون کا سانس لیا' مذہبی اختلافات بڑی حد تک ختم ہوئے' دنیا نے اس قانون کو نافذ کرکے آزمایا' آج بھی اسی دعوت کو عام کرنے کی ضرورت ہے' آج کی دنیا پیاسی ہے' دعوتِ توحید کی' دعوتِ رسالت اور دعوت ایمان کی' کیا ہے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ ﷺ کے طرزِ دعوت کو اپنانے والا؟ تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت راہِ راست پر آجائے اور پھر سے انسانوں میں ایک باپ کے بیٹے اور ایک خدا کے پجاری ہونے کی سمجھ پیدا ہو؟

قومی ونسلی اختلافات میں سیرت نبوی ﷺ کی رہنمائی:

پہلے کی طرح آج بھی لوگ قومی تفاخر اور نسلی اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں' کالے گوروں کا اختلاف' علاقے' علاقے کا اختلاف ملکی اور غیر ملکی امتیاز' ان تمام اختلافات و امتیازات کی وجہ سے جو پریشانی پہلے تھی' اس سے کہیں زیادہ آج ہے' پہلے تو دنیا کی قومیں الگ تھیں' لیکن آج دوری نزدیکی میں بدل گئی' پوری دنیا ایک خاندان اور گھر کی طرح ہوگئی ہے' اس لئے آج بھی ان امتیازات کو ہٹا کر ہی سکون کا سانس لیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تفاخر و امتیاز سے پیدا ہونے والے نقصانات سے خوب واقف تھے' آپ ﷺ نے ان کو جڑ سے ختم کرنے کا اعلان فرمادیا اور انسانوں کو سبق دیا کہ دیکھو تم سب ایک خالق کی مخلوق ہو' ایک اللہ کے پجاری ہو' اس لئے اختلافات و امتیازات کو ختم کرو اور یاد کرو کہ تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو اور تمہارے باپ مٹی سے پیدا کئے گئے' مٹی میں تواضع' انکساری اور فروتنی ہوتی ہے تم سب بھائی بھائی بن کر رہو' کالے گوروں میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں' عربی اور غیر عربی ہونا ہی کوئی امتیاز و تفوق کی بات نہیں' ہاں تفوق اور برتری تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہوسکتی ہے۔ (حجۃ الوداع کا خطبہ)

"تم میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب وہ شخص ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار' متقی اور محتاط ہے۔"

(سورۂ حجرات:۱۳)

غور کیجئے کہ جس ماحول میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی وہ چھوٹی سی تعداد میں ہونے کے باوجود درجنوں قبیلوں میں منقسم تھا' پھر ہر قبیلے کے مختلف ٹکڑے تھے اور ہر ایک کے مختلف خاندان اور کنبے تھے' ہر ایک اپنا ایک امتیاز رکھتا تھا' سب آپس میں دست وگریباں تھے' ان کے اندر سے امتیاز و تفاخر اور تفوق برتنے کے سارے جراثیم کو آپ ﷺ نے ختم کردیا' وہ سب کے سب بھائی بھائی ہوگئے' جہاں گئے وہاں اسی تعلیم نبوی ﷺ کو عام کیا' اس طرح ایک عالمگیر برادری اور ہمہ گیر اخوت وجود میں آئی' ہر فرد ایک دوسرے سے اس طرح جڑا محسوس کرتا تھا' جس طرح جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں' آج بھی اسی تعلیم کو عام کرنے سے یہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں' انسانیت کا اختلاف اور تصادم یقینی طور پر ختم ہوسکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی سے عصر حاضر میں رہنمائی:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عالمگیر ہے' آپ ﷺ پوری دنیا کے لئے چراغِ راہ بن کر تشریف لائے تھے' آپ ﷺ ہی کی سیرت وسنت کو سامنے رکھ کر دنیا راہ یاب ہوسکتی ہے' ہر طرح کے مسائل کا حل آپ ﷺ ہی کی اتباع میں مضمر ہے' جملہ خرافات ومصائب سے نجات کا "نسخۂ کیمیا" آپ ﷺ کی زندگی میں ہی مل سکتا ہے' اگر کوئی شخص غیر مسلم اکثریت والے ملک میں رہ رہا ہے تو اس کو دعوت وتبلیغ کے لئے کیا طریقہ اپنانا چاہئے؟ عائلی قوانین اور پرسنل لاء پر وہ کس طرح عمل کرے؟ اپنے نزاعی معاملے کس طرح حل کرے؟ غیر مسلموں کے ساتھ کیسا سلوک کرے؟ وغیرہ' ان سارے سوالوں کا جواب آپ ﷺ کی مکی زندگی میں ملے گا' اسی میں یہ درس بھی موجود ہے کہ اگر آج کوئی شخص ایسی جگہ رہ رہا ہے جہاں سارے جتن کرنے کے بعد بھی اسلام کے احکام پر عمل نہیں کرسکتا تو وہ وطن کے مقابلے میں دین کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے وطن اور گھر بار سب کو خیر باد کہہ دے اور اپنی سکت اور کوشش کے مطابق دنیا کی ایسی جگہ کو وطن بنائے جہاں اسلام پر عمل کرنے کی پوری اجازت ہو' احکام اسلام کے نفاذ میں کوئی شے مانع نہ ہو' آج ہجرت پر عمل کرنا پیچیدہ ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کفار نے صرف ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی وجہ سے اپنے محبوب وطن مکہ مکرمہ میں ستانا شروع کیا اور ناقابلِ برداشت اذیتیں پہنچائیں' جان کے درپے ہوگئے' تو ایسی صورت میں دین کی حفاظت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی' اس کے بعد مدینہ کی' اخیر میں اپنے رفیق غار صدیق وغمگسار کے ساتھ بنفسِ نفیس ہجرت کی' دین اور ایمان کی حفاظت کے لئے مال و دولت' عزیز واقارب اور گھر بار ہر ایک کو قربان کردیا' آج بھی دنیا کے کسی کونے میں مسلمانوں کی یہ حالت ہوجائے تو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ ﷺ کا اسوۂ عمل کے لئے موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ جانے کے بعد وہاں بسنے والے قبائل اوس اور خزرج اور یہود و نصاریٰ سے معاہدات کئے' آپسی تعاون و تناصر اور رواداری کے دستاویزات مرتب کئے' پھر اپنی تحریک

دعوت وتبلیغ کو تیز تر کیا‘ آہستہ آہستہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے‘ پھر کیا تھا کہ چند برسوں میں سارا عرب کلمہ ”لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا قائل ہوگیا‘ ہر جگہ امن وامان پھیل گیا‘ وہ جنگجو قومیں جن کا کام ہی قتل و غارت گری تھا‘ جنگ سے کبھی تنگ نہ آئی تھیں‘ آپسی چپقلش کا نہ ٹوٹنے والا سلسلہ رکھتی تھیں‘ سب شیر وشکر کی طرح مل گئیں‘ سب ایک دوسرے کے دوست ہوگئے:

”جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے“

رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے آج بھی یہ سبق ملتا ہے غیر مسلموں سے معاہدات کرنا درست اور جائز ہے‘ دعوت وتبلیغ کے لئے سب سے پہلے ماحول سازگار کرنا ضروری ہے‘ اسی طرح مخالف ماحول موافق ہوسکتا ہے‘ آج کا دور اشاعت اسلام کے لئے نہایت موزوں دور ہے‘ عام لوگوں میں معقولیت پسندی پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہے‘ اگر آج اسلام کا صحیح تعارف کرایا جائے‘ اس کے لئے سارے جائز وسائل استعمال کئے جائیں تو پھر:

”یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے“

آج دنیا بے راہ روی‘ ظلم وستم‘ بے کیفی اور بے اطمینانی سے عاجز آچکی ہے‘ اس کو تلاش ہے کسی صحیح منزل کی‘ امن وآشتی کی‘ اطمینان اور سکون کی‘ اسلام میں یہ سب کچھ موجود ہے‘ صرف ضرورت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشن کے اپنانے کی‘ رسول مکی ومدنی کی سیرت کی اتباع کی۔

مکمل احکام اسلام کا نفاذ عہد حاضر کی ناگزیر ضرورت:

روز بروز فسادات ہورہے ہیں‘ قتل ایک آسان کام‘ غارتگری اور لوٹ گھسوٹ دولت کمانے کا ذریعہ ہوگیا ہے‘ زنا اور شراب نوشی عام ہے‘ ایک دوسرے پر تہمت لگانا کوئی اہم بات نہیں‘ رشوت اور سودخوری دنیا کی ضرورت میں داخل ہوگئی ہے‘ آئے دن اغوا کے واقعات پیش آرہے ہیں‘ اس طرح کی اور بھی سرکشیاں پھیلی ہوئی ہیں‘ ان سب کا علاج اسلامی احکام کا نفاذ ہے‘ ضرورت ہے کہ آج قتل کرنے والے پر قصاص اور دیت کے احکام جاری ہوں تب ہی قتل کی ان گنت واردات پر قابو یافتہ ہوا جاسکتا ہے‘ حد زنا کے نفاذ سے ہی زنا جیسی گندی اور فحش کرتوت کا خاتمہ ہوسکتا ہے‘ حد سرقہ کے نفاذ سے ہی چوری کے واقعات پر قابو یافتہ ہوا جاسکتا ہے‘ آج اگر حد قذف نافذ ہو تب ہی تہمت لگانے والوں کی زبان پر تالا لگ سکتا ہے‘ غرض یہ کہ دنیا میں امن وامان اور سکون واطمینان کا ماحول پیدا کرنے کے لئے روئے زمین پر حدود وقصاص اور اسلامی تعزیرات کا نافذ ہونا ضروری ہے‘ آج عملاً دنیا اسی کا انتظار کررہی ہے‘ اگر قاتل کو یہ معلوم ہو کہ ہمیں قتل کرنے کے جرم میں قتل کردیا جائے گا تو یقیناً قتل سے پہلے وہ سوچنے پر مجبور ہوگا‘ ہاتھ کانپنے لگیں گے‘ دل لرزنے لگے گا اور قاتل اپنی جان بچانے کے لئے ایسے قتل کی ہمت نہیں کرے گا‘ اس طرح اس آدمی کی بھی زندگی بچ جائے گی جس کے قتل کا ارادہ قاتل نے کیا تھا اور روئے زمین پر انسان اور انسانیت کی قدر بڑھ جائے گی‘ زندگی کی قیمت میں اضافہ ہوگا‘ اسی لئے قرآن کریم نے کہا ہے:

”اے اہل خرد! قصاص (کے احکام کے نفاذ) میں تمہارے لئے زندگی ہے تاکہ تم لوگ اختیار اور پرہیز کرنے لگو۔“

(سورۂ بقرہ:۱۷۹)

اگر چور کو معلوم ہو کہ چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو چوری کرتے وقت اس کے ہاتھ کانپ جائیں گے اور وہ چوری سے باز آجائے گا‘ اس طرح چوری سے روئے زمین پاک ہوگی‘ لوگوں کو جان کے ساتھ ان کے مال کی حفاظت کا ایک ماحول بن جائے گا‘ زانی کو اگر یہ معلوم ہوجائے کہ زنا کی سزا میں سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ (سورۂ نور:۲) یا پتھروں سے چور چور کرکے ہلاک کر دیا جائے گا۔ (بخاری ج:۱‘ ص:۲۷۶) تو ہرگز زنا کا ارتکاب نہیں کرے گا‘ اس طرح روئے زمین پر عفت و پاکدامنی کا دور دورہ ہوگا‘ غرض یہ کہ آج کی دنیا کو سکون انہیں قوانین کے نفاذ کے بعد مل سکتا ہے‘ جن قوانین کو نافذ کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے زمین پر امن وامان پھیلایا تھا اور پریشان ماحول کو سکون فراہم کیا تھا‘ دوسرے قوانین میں وہ جامعیت اور گرفت نہیں ہوسکتی جو اللہ تعالیٰ کے قوانین میں ہے‘ قوانین تیار کرنے کے لئے عقول انسانی کافی نہیں ہیں‘ وہ آج کوئی قانون بناتے ہیں کل ہوکر اس کی غلطی واضح ہوجاتی ہے‘ رد وبدل کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ چلتا رہتا ہے اور چلتا رہے گا‘ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر امن و امان اور سکون وعافیت پھیلانے والے قوانین خود وضع کئے‘ کسی انسان حتی کہ کسی نبی کے بھی سپرد نہیں کیا۔

حقوق کے معاملہ میں عام طور سے بے اعتدالی ہوسکتی تھی بلکہ ہوئی ہے‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق‘ میراث میں ورثا کے حقوق‘ میاں بیوی کے حقوق وغیرہ کو خود سے بیان فرمادیا تاکہ بالاتفاق نوع انسانی ان قوانین کو تسلیم کرلے اور روئے زمین پر حق تلفیوں کا سلسلہ ختم ہوجائے‘ اللہ کے ان قوانین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ فرمایا اور دنیا نے صدیوں تجربہ کیا اور آج بھی کررہی ہے کہ حقیقت میں نظام عالم پر کنٹرول اللہ کے قوانین کے نفاذ سے ہی ممکن ہے‘ ان کے بغیر یہ دنیا راحت وسکون کا مسکن نہیں بن سکتی‘ امن و آشتی کا ضامن صرف اور صرف اسلام ہے‘ حقیقت میں آج پوری انسانیت اپنی زبان حال سے اسی دور کو پکار رہی ہے‘ جس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے سارے قوانین کو روبہ عمل لاکر ایک معطر ومعنبر ماحول

تیار کیا تھا اور انسانیت کو اس کی صحیح منزل پر پہنچایا تھا۔

عصر حاضر میں اخلاقِ نبوی ﷺ کی تعلیم عام کرنے کی ضرورت:

موجودہ دور کا سب سے بڑا المیہ اخلاقیات کا فقدان ہے' جھوٹ' چوری' وعدہ خلافی' بغض' کینہ' فخر' غرور' ریا' غداری' بدگوئی' فحش گوئی' بدگمانی' حرص' حسد' چغلی غرض یہ کہ ساری اخلاقی برائیاں' عام انسانوں اور مسلمانوں میں ہی نہیں' بلکہ خواص میں بھی اخلاقیات کا انحطاط آ گیا ہے' اس انحطاط وتنزل کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے کہ ہر بُری خصلت کی برائی معقول انداز میں بیان کی جائے۔

اس سلسلے میں قرآن وحدیث کے نصوص واضح کیے جائیں' تاکہ معقولیت پسند طبقہ شریعت سے قریب ہو' اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کو بھی بیان کیا جائے اور ان کے اختیار کرنے کی تلقین کی جائے' ایک دین دار مسلمان کو اپنے اخلاق و کردار میں کیسا ہونا چاہیے؟ درس گاہِ نبوت کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے تھے؟ ان کے اندر اخلاص وتقویٰ' شرم وحیا' صبر وشکر کی صفات تھیں' وہ دیانت دار' امانت دار اور سخاوت وشرافت کے خوگر تھے' ان کے اندر ایثار وقربانی' عفت وپاکدامنی اور تواضع وانکساری کی اعلیٰ صفات پائی جاتی تھیں' وہ خوش کلام' خوش الحان' خوش دل اور رحم وکرم کے پیکر تھے' وہ ہمیشہ موت کو یاد رکھتے تھے' ان کے معاملات کی صفائی سے لوگ متاثر تھے' یہ ساری چیزیں آیات واحادیث کی روشنی میں بیان کی جائیں تو بڑا موثر رہے گا' اپنوں کی اصلاح تو ہوگی ہی' غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے' سچ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات کو اگر عام کیا جائے تو ضرور بالضرور ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آئے گا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے معاشرہ کے مماثل ہوگا' جن میں ساری خوبیاں موجود تھیں' یہ خوبیاں آج تاریخ کے صفحات کی زینت بنی ہوئی ہیں' جو کبھی زندگی میں موجود تھیں' پہلے مسلمانوں کو دیکھ کر ان کے بلند وبالا اخلاق سے متاثر ہو کر لوگ اسلام قبول کرتے تھے' آج اسلام اور اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے کتب خانوں کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ کاش! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات زندگیوں میں رچ بس جائیں تو بات ہی دوسری ہوجائے۔

عصرِ حاضر کی جملہ خرابیوں کو دور کرنے میں سیرت نبوی ﷺ کی رہنمائی:

یہ دور ''پی ایچ ڈی'' اور تخصصات کا دور کہلاتا ہے اگر کسی تحقیق کے طالب علم کو آج کے دور کی ظاہری اور باطنی خرابیوں کے شمار کرنے کا موضوع دے دیا جائے' بلکہ ایک نہیں متعدد طالب علموں کو اس موضوع پر لگایا جائے تب بھی ساری خرابیاں بیان نہیں ہوسکیں گی' ان ساری خرابیوں کی وجہ اسلام اور تعلیم اسلام کا عام نہ ہونا ہے' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بعثت کا مقصد دنیا کو اعتدال پر لانا تھا' اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

۱:...... پوری زندگی دعوتِ اصلاح وتبلیغ میں صرف کرڈالی۔

۲:...... تربیت کے ذریعہ ایسے افراد پیدا کئے' جن میں ایمان کامل تھا' آخرت کا استحضار تھا' وہ ذکر الٰہی کا اہتمام کرتے' راتوں میں تہجد گزار اور دنوں میں مجاہد بر سر پیکار ہوتے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انہوں نے اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا۔

۳:...... غیروں کی اصلاح سے پہلے اپنی ذات کی اصلاح کی طرف آپ ﷺ نے توجہ دلائی۔

۴:...... اللہ رب العزت کے سارے احکام سے لوگوں کو واقف کرایا۔

۵:...... اللہ کے سارے احکام کو زمین پر نافذ کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کیں۔

۶:...... ہر ایک کے حقوق کو واضح فرمایا: خصوصاً کمزور طبقات مثلاً عورتوں' بچوں' غلاموں' خادموں اور جانوروں کے حقوق کو متعین فرما کر ان کی ادائیگی کی تلقین فرمائی۔

۷:...... معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں پر گرفت کرنے اور ایک دوسرے کو احکام الٰہی کی تعمیل کی تلقین کا مزاج بنایا۔

۸:...... آیات واحادیث کی تعلیم کے ساتھ ان پر عمل کرنے اور خود احتسابی کی تعلیم دی۔

۹:...... آیات کی تفسیر اور احادیث کے یاد کرنے اور ان کے مذاکرے کا ماحول بنایا۔

۱۰:...... اخلاق رذیلہ کی خرابیوں کو بیان کر کے ان سے بچنے اور اخلاقِ فاضلہ کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

۱۱:...... ایسا ماحول بنایا کہ ہر آدمی دعوتِ اصلاح وتبلیغ کو اپنی ذمہ داری سمجھنے لگا تھا۔

اگر آج بھی مذکورہ بالا نبوی طریقہ کار پر عمل ہو تو معاشرہ کی ساری خرابیاں دور ہوسکتی ہیں' آج ضرورت ہے کہ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا جائے اور اس کی تفسیر کو عام کیا جائے' ساتھ ہی احادیث کی تعلیم کا بھی اہتمام ہو' غیروں کے بجائے اپنی خرابیوں پر غور کیا جائے اور اصلاح کی کوشش کی جائے' نیز تذکیر وموعظت اور تبلیغ ودعوت کا اہتمام کیا جائے تو ضرور معاشرہ درست ہوگا۔ سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں سب سے بڑی رہنمائی یہی مل رہی ہے کہ جس عرق ریزی سے خیر القرون کا صالح معاشرہ بنا آج بھی وہی ماحول پیدا ہو اور ہمارا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی اور آخرت کی کامیابی ہو اور بس۔ ☆☆......☆☆

اصل منزل کا خیال

مولانا شمس الحق ندوی

ہر انسان کو اپنی زندگی سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور وہ اس کی بقا و حفاظت کے لئے ہر جتن کرتا ہے' جسمانی قوت و توانائی کے لئے غذا کی فکر کرتا ہے' سردی گرمی سے بچنے کے لئے لباس کا انتظام کرتا ہے' سکون و اطمینان اور آرام و راحت کے ساتھ رہنے کے لئے مکان بناتا ہے' لذتِ کام و دہن کے لئے ماکولات و مشروبات کی تمام انواع و اقسام کو سمیٹ لینے کا خواہاں ہوتا ہے' بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے صاف ستھری اور جراثیم سے پاک جگہوں کا انتخاب کرتا ہے' ان چیزوں کے حصول کو وہ اتنا ضروری سمجھتا ہے کہ ان کے حاصل کرنے میں اکثر حدود و قیود کو پار کر جاتا ہے بلکہ اپنے اور اپنے متعلقین کے سوا سب کو بھول جاتا ہے' خود کو سارے وسائل حاصل ہوں' چاہے دوسروں کا خون چوس کر یا دوسروں کا گھر بے چراغ کر کے' یہ وہ حقائق ہیں جن کو عالم و جاہل' تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سبھی جانتے ہیں اور یہ شب و روز ہم سب کے تجربہ میں آتے رہتے ہیں۔

مگر یہ انسان یہ نہیں سوچتا اور ادھر اس کا ذہن نہیں جاتا کہ یہ چیزیں تو دیگر تمام مخلوقات میں اور انسان میں مشترک ہیں اور ہر مخلوق اپنے رہنے' کھانے اور اپنی جان کی حفاظت کی فکر کرتی ہے' حتیٰ کہ سانپ جس کا ایک قطرۂ لعاب انسان کو موت کی نیند سلا دیتا ہے' وہ بھی اپنی جان کے لئے خائف رہتا ہے اور زندگی کی بقا کے لئے محفوظ مقامات اور اپنے دشمنوں سے حفاظت کی جگہیں تلاش کرتا ہے' یہ ہمارا ہر وقت کا مشاہدہ ہے' ہم ہر ذی روح میں یہ بات محسوس کرتے ہیں' لیکن انسان اور دیگر مخلوقات میں وجہ امتیاز کیا ہے؟ اس پر نظر کم جاتی ہے' بلکہ بہت کہنے سننے اور توجہ دلانے کے بعد بھی اس پر غور کرنے کی فرصت نہیں ملتی کہ انسان کے اس جسمانی نظام کے ساتھ اس کا ایک روحانی نظام بھی ہے' جس کو اسی طرح غذا' صاف ستھری فضاء اور سازگار حالات و ماحول کی ضرورت ہے' جس طرح جسم کو اور حقیقت یہ ہے کہ یہی دوسری چیز وہ جوہر اصلی ہے جس کی وجہ سے انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر امتیاز و برتری حاصل ہے' اگر وہ اپنی اس حقیقت کو پہچانتا ہے تو اپنے سر پر "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کا تاج رکھتا ہے اور پھر صحیح اور حقیقی معنی میں فرشتوں کو بھی اس پر رشک آتا ہے بلکہ وہ اس کے اعزاز و تکریم میں اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا مزید انعام یہ ہے کہ افضل الخلائق بنا کر اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے اس امتیازی وصف کے سلسلہ میں ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے رسولوں اور آسمانی کتب کا سلسلہ جاری فرمایا' جس کی آخری کڑی فداہ ابی و امی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم ہے۔

مگر انسان جتنی فکر اپنے فانی اور معدوم ہو جانے والے جسم کے لئے کرتا ہے' کیا اس کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی اپنے دائمی اور ابدی و روحانی نظام کے لئے کرتا ہے؟ یہ کتنی بڑی بھول اور نادانی ہے کہ مسافر اپنی منزل سے غافل و بے خبر ہو کر ساری توانائی و صلاحیت اسباب سفر اکٹھا کرنے میں صرف کر دے۔

ہم ذرا غور و فکر سے کام لیں اور تھوڑی دیر کے لئے یکسو ہو کر اپنے شب و روز کے معمولات پر غور کریں تو ہم پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ ہم کو عارضی اور فانی کی فکر تو ہمہ وقت بے چین و سرگرداں رکھتی ہے' مگر اصل منزل کا خیال بہت کم آتا ہے' جسم کی فکر رہتی ہے مگر دل جو روح کا مرکز و مسکن ہے' اس کی طرف سے غفلت و بے فکری رہتی ہے' اس کو اچھی طرح سمجھنے اور ذہن نشین ہو جانے کے لئے یہاں حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددیؒ کا ایک بہت عام فہم ملفوظ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اپنے عام فہم انداز میں چند لفظوں میں ایسے حقائق بیان فرما دیتے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں پر بھاری ہوتے ہیں۔ ایک مجلس میں حضرت نے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے فرمایا: "دل دولہا ہے' جسم بارات" بارات دولہا ہی کی خاطر ہے' دولہا سے بے اعتنائی اور بارات کی خاطر داری کوئی عقل کی بات نہیں' اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا' اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بڑی بارات جا رہی ہے' ایک باغ اور جنگل سے اس کا گزر

ہوا' ایک اجنبی آدمی کھڑا دیکھ رہا تھا' اس کے سامنے سے بارات کا جلوس نکلا' مشعلچی' طبلچی' تماشائی اور باراتی سب ساتھ تھے' اس کو دولہا نظر نہیں آیا؟ اس نے ایک باراتی سے پوچھا کہ نوشہ کہاں ہے' میں سب کو دیکھتا ہوں' وہ کہیں نظر نہیں آتے؟ اس نے جھنجھلا کر جواب دیا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو' بارات کا لطف نہیں لیتے اور فضول کی باتیں کر رہے ہو' وہ مشعلچی ہے' وہ طبلچی ہے' وہ مردِ خدا خاموش ہو گیا' تھوڑی دیر کے بعد پھر اس سے رہا نہیں گیا' اس نے دوسرے سے پوچھا' اس نے بھی ٹال دیا' تیسرے سے پوچھا' اس نے اعتراف کیا اور کہا کہ ہاں واقعی! دولہا میاں بارات میں نہیں ہیں' تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ کہیں پیچھے گھوڑے سے گر کر گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں' بارات آگے بڑھ گئی' کسی کو خیال نہ آیا' اسی طرح سے دل' جسم کی بارات کا دولہا ہے' اس کا خیال سب سے مقدم ہے۔

حضرت' جسم کے دولہا کی طرف سے بے توجہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بعض لوگوں کو دیکھیں گے کہ صبح اٹھے' منہ ہاتھ دھویا' بال بنائے' کپڑے بدلے' جوتے پر پالش کی' اور دولہا (دل) بھوکا پڑا ہوا ہے' اس کا ناشتہ ندارد (حالانکہ) دولہا پہلے ہے' بارات بعد میں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ونفخت فیہ من روحی" یہی دل' سر الٰہی اور امانت خداوندی کا محل و مرکز ہے۔

شاہ صاحب کے اس بلیغ ملفوظ پر ہم غور کریں تو صاف معلوم ہوگا کہ ہمارا آج کا ماحول و معاشرہ صرف بارات کے سجانے اور اس کا تماشا دیکھنے دکھانے میں لگا ہوا ہے' دولہا بیچارہ بے ناشتہ پانی گڑھے میں گرا پڑا ہے' اس کا خیال ہی نہیں آتا' کبھی کچھ کہنا سنا جائے' توجہ دلائی جائے تو اکثر ماحول کا بہانہ کیا جاتا ہے' صاحب کیا کیا جائے؟ ماحول خراب ہے' ماحول بگڑا ہوا ہے' مقابلہ کی صلاحیتیں تو مخالف ماحول ہی میں ابھرتی ہیں' صحابہ کرام کا ماحول کیا موافق ماحول تھا' لیکن ان کو جب فطرت سلیمہ کی طرف موڑ دیا گیا تو انہوں نے عزم و یقین کے ساتھ اس ماحول کا مقابلہ کیا اور ماحول کے رُخ کو بدل دیا ہے اور ہماری پوری اسلامی تاریخ ایسے مردانِ حُر کے کارناموں اور ماحول کو یکسر بدل دینے کے تابندہ نقوش سے پُر ہے۔ شاعر اسلام اقبالؒ نے گو اپنے بارے میں کہا ہے لیکن درحقیقت بیان تمام جوانمردوں کی ترجمانی ہے جو ماحول کا شکوہ نہ کر کے ماحول سے نبرد آزما رہتے ہیں۔ اقبالؒ کہتے ہیں:

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

ضرورت صرف تھوڑی فکر و توجہ کی ہے' اگر یہ بات حاصل ہو جائے تو بندۂ مومن کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمہ وقت تازہ رہے گا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: دنیا میں ایسے رہ جیسے کہ تو پردیسی ہے' یا راستہ چلتا مسافر۔ (بخاری)

مگر ہمارے آج کے ماحول میں معاملہ بالکل اس کے خلاف ہے' فانی کی فکر زیادہ' باقی کی کم اور شاہ صاحب کی تعبیر میں بارات کی فکر زیادہ اور دولہا کی کم۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات اور مواعظ میں اس بنیاد پر بہت زیادہ زور دیتے تھے' جن لوگوں نے قوموں کی قسمت بدل دینے یا دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرمانے کا کام انجام دیا ہے' ان کے پیش نظر یہی حقیقت تھی جس کا حدیث پاک میں ذکر ہوا' ہم بھی کچھ کرنا چاہتے ہیں تو بارات سے زیادہ دولہا کی فکر کرنی ہوگی' اور اسی میں ہماری صلاحیت کا راز پوشیدہ ہے۔ ☆☆......☆☆

دعائے صحت یابی

جانشینِ حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ' قائد تحریک تحفظ ناموس رسالت امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم عرصہ چند ماہ سے علیل ہیں' اسی طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر' خلیفہ مجاز حضرت لدھیانوی شہیدؒ حضرت اقدس مولانا سعید احمد جلالپوری دامت برکاتہم ایک حادثہ میں زخمی ہو گئے' جس کی بنا پر وہ صاحبِ فراش ہیں۔ متعلقین و قارئین ختم نبوت سے درخواست ہے کہ ہر دو اکابر کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

دعائے مغفرت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی اہلیہ محترمہ بقضائے الٰہی انتقال فرما گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک عرصہ سے گردوں کی تکلیف کے عارضہ میں مبتلا تھیں۔ ادارہ خاندانِ لدھیانوی سے دلی اظہار تعزیت کرتا ہے اور خاندانِ لدھیانوی کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور ان کی حسنات کو قبول فرمائے۔ آمین۔ قارئین ختم نبوت سے درخواست ہے کہ ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

انسانیت کے دشمن

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

آج دنیا میں تہذیب و تمدن کی امامت کا مدعی‘ حقوق انسانی کی پاسداری کا ڈھنڈھورچی‘ جینوا معاہدہ کا سب سے زیادہ راگ الاپنے والا اور امن عالم کا بزعم خویش ٹھیکیدار یورپ اور اس کا موجودہ سیاسی و ثقافتی پیشوا امریکا جن کے طرز فکر و عمل نے عالم انسانیت کو جن تباہ کن خطرات سے دوچار کردیا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے‘ بالخصوص امریکا نے اپنے عفریتی کردار سے انسانیت کی جس قدر تحقیر و تذلیل کی ہے‘اس کی مثال شاید عہد جاہلیت میں بھی ڈھونڈھی نہ جاسکے گی۔

یہی وہ انسانی بھیڑیے ہیں جن کی چیرہ دستیوں سے ماضی میں رہوڈیسیا کی سرزمین مظلوم انسانوں کے خون سے رنگین ہوچکی ہے‘یہی وہ ظلم پیشہ طاقتیں ہیں جن کے جور مسلسل سے بدحال کینیا کا نالہ وشیون تاریخ کے کانوں سے آج بھی سنا جاسکتا ہے‘ یہی وہ دشمن انسانیت گروہ ہے جس کی سفاکیوں نے جنوبی افریقہ کے باشندوں کے خون کو بول و براز سے بھی بے وقعت بنادیا تھا‘ یہی وہ انسان نما وحشی درندے ہیں‘ جن کا ذوق خون آشامی تیس سال کی طویل مدت تک موت و ہلاکت کا طوفان بن کر ویت ناموں پر مسلط رہا۔

اور ابھی ماضی قریب میں بغیر کسی معقول وجہ‘ واقعی بنیاد اور سیاسی و اخلاقی جواز کے انسانیت کے اس حریف نے کمزور و تہی دست افغانستان کو اپنی جارحیت اور دہشت گردی کا نشانہ بنایا اور ہزاروں ٹن آتشیں گولے برسا کر نہ جانے کتنے معصوم بچوں نحیف و ناتواں بوڑھوں‘ خانہ نشین بے خبر عورتوں اور ملک و قوم کے آسرا نوجوانوں کو بارود کے آتشیں سمندر میں ہمیشہ کے لئے غرق کردیا‘ اور افغانستان کو افلاس و محرومی‘ تباہی و بربادی کے ایسے غار میں دھکیل دیا‘ جہاں سے وہ صدیوں میں بھی نہ نکل سکے گا۔’’الا ان یشاء اللہ العزیز۔‘‘

افغانی عوام اور سرزمین افغانستان کو تہس نہس کردینے کے بعد اس غارت گر انسانیت نے اپنے اگلے ہدف کے لئے قدیم اسلامی مملکت عراق کو منتخب کیا ’’اور خوئے بدرا بہانہ می باید‘‘ کے مطابق حکومت عراق کے خلاف ایک ایسا جھوٹا الزام تراشا گیا‘ جسے بہزار دجل و فریب بھی صحیح ثابت نہیں کیا جاسکا‘ بلکہ خود امریکا کے تفتیشی مشن نے اپنی رپورٹ میں اسے یکسر غلط اور من گھڑت بتایا ہے‘ مگر اسی خود تراشیدہ‘ بے بنیاد الزام کو بنیاد بنا کر عراق پر حملہ کردیا گیا‘ جس میں نہ کسی محترم شخصیت کے مدفن و مقبرہ کی حرمت و عزت کا پاس و لحاظ کیا گیا‘ اور نہ کسی مقدس و متبرک عبادت گاہ کے تقدس و پاکیزگی کو خاطر میں لایا گیا بلکہ بغیر کسی فرق و امتیاز کے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ اس آگ و خون کے سیل رواں میں کس قدر انسان غرقاب ہوئے اس کی صحیح تعداد خدا ہی کو معلوم ہے اور آج بھی ہزاروں عراقی عوام اپنے ناکردہ گناہ کی سزا میں پس دیوار زنداں زندگی گزارنے پر مجبور کردیئے گئے ہیں‘ جہاں وہ کن کرب ناک اور حیا سوز حالات سے دوچار ہیں اس کا ہلکا سا اندازہ عراق کے ابوغریب جیل میں مقید عراقیوں کی ان تصویروں سے ہوسکتا ہے جنہیں ابھی چند ماہ پہلے میڈیا نے عالم آشکارا کیا ہے‘ جسے دیکھ کر کچھ دیر کے لئے شیطان بھی شرمسار ہوئے بغیر نہ رہ سکا ہوگا‘ انسانیت نوحہ کناں ہے کہ رب کائنات جس انسان کو تونے بر و بحر کی جملہ مخلوقات پر فوقیت اور کرامت و بزرگی کی خلعت سے سرفراز کیا‘ آج اسی مکرم و محترم مخلوق کو دن کی روشنی میں کس طرح سے توہین و تذلیل کا شکار بنایا جارہا ہے۔

تہذیب و تمدن کی امامت کے یہ مدعی اور حقوق انسانی کے نام نہاد محافظ بتائیں کہ کیا تاریخ کے کسی دور میں خود انسانوں کے ہاتھوں انسانیت کی اس قدر تحقیر و تذلیل ہوئی ہے؟

حقوق انسانی‘ انسانی اقدار و احترام اور آزادی اقوام کے محافظ و پاسبان ادارہ اقوام متحدہ کے روبرو حق و انصاف کا قتل عام ہوتا رہا‘ انسانی ناموس کے دامن کو تار تار کیا جاتا رہا‘ انسانوں کی بے بس آبادیاں بموں کی بے پناہ بارش سے جلتی رہیں مگر وہ مہر بلب خاموش تماشائی بنا رہا اور امن کا نوبل انعام یافتہ اس کا ذمہ دار امریکا کی رسوا کن قتل گاہ میں انسانیت کی بے

درلیغ رسوائی وتباہی کوفراخدلی کے ساتھ انگیز کرتا رہا‘ اقوام متحدہ اوراس کے آقاؤں امریکا اور یورپ کے اس غیرمعقول‘ عدل وانصاف سے عاری رویئے پر ظلم وانصاف کی تاریخ کا جائزہ لینے والا مبصر یہ تبصرہ کئے بغیرنہیں رہ سکتا کہ آج کی دنیا میں عالم انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ امریکا اور اس کے حمایتی یورپ کا وجود ہے اور یہ اقوام متحدہ جسے ہر چہار طرف سے انسانی حقوق‘ مساوات اور آزادی اقوام کے دلفریب پردوں سے سجایا گیا ہے‘ صحیح معنوں میں انسانیت کا بین الاقوامی مذبح ہے۔

”حقیقت خودکومنوالیتی ہے مانی نہیں جاتی“

یورپ اپنی اسلام دشمنی میں اس قدر بدمست ہوگیا ہے کہ اب براہ راست بنی نوع انسان میں سب سے عظیم ومحترم شخصیت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر اتر آیا ہے‘ چنانچہ ڈنمارک کے ایک بدباطن‘ انسانی تہذیب سے عاری ابلیس صفت ایڈیٹر نے اپنے اخبار میں محسن انسانیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا توہین آمیز کارٹون شائع کیا‘ اور اس کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرنے کی غرض سے فرانس‘ جرمنی‘ اسپین‘ سوئٹزرلینڈ‘ ہنگری وغیرہ یورپی ممالک کے اخباروں نے بھی اس کی نقل کی ہے‘ جبکہ اپنے اور پرائے سب اس پر متفق ہیں کہ آپ دنیائے انسانیت میں سب سے بااخلاق‘ باکردار اور اعلیٰ صفات کے حامل ہیں۔

چنانچہ اعلانِ نبوت کے بعد جب مشرکین مکہ آپ کے سخت ترین مخالف ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قسم قسم کے الزامات عائد کرنے لگے تو انہیں کی جماعت کے ایک جہاندیدہ‘ تجربہ کار فرد نضر بن حارث نے بھرے مجمع میں یہ اعلان حق کیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے ایک بچہ سے پل کر جوان ہوئے‘ وہ اب تک تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ‘ بات میں سب سے سچے‘ امانت میں سب سے پکے اور سب سے زیادہ رحمدل تھے‘ اب جبکہ ان کے بالوں میں سفیدی آچلی ہے اور انہوں نے تمہیں دعوتِ حق دی تو تم انہیں جادوگر اور دیوانہ کہتے ہو‘ خدا کی قسم میں نے ان کی باتیں سنی ہیں (جو تم کہتے ہو) ان میں کوئی بات نہیں۔

اسی طرح ایک مستشرق عالم جان ڈیون اپنی مشہور کتاب ”اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن“ میں اس سچائی کا اعتراف یوں کرتا ہے:

”بلاشبہ تمام قانون سازوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے‘ جس کے وقائع زندگی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سچے اور صاف وروشن ہوں۔“

ایک دوسرا مستشرق یوں اعتراف حق کرتا ہے:

”ہم محمد کی بیرونی تاریخ کی ہر چیز جانتے ہیں‘ ان کی جوانی‘ ان کا ظہور‘ ان کے تعلقات‘ ان کے عادات‘ ان کا پہلا تخیل اور تدریجی ترقی ان کی عظیم الشان وحی کا نوبت بنوبت آنا وغیرہ وغیرہ......الخ۔“

غرضیکہ آپ کی پوری زندگی ایک صاف و شفاف آئینہ کی طرح روشن وتابناک ہے‘ اور آج دنیا میں خیرو بھلائی حکمت و دانائی‘ اور صالح تہذیب و تمدن کی جو شکلیں بھی پائی جارہی ہیں‘ یہ سب درحقیقت آپ ہی کی صفات حمیدہ کا پرتو اور آپ ہی کی حق نما تعلیمات کا مظہر ہیں۔

ایسی عظیم شخصیت کے ساتھ توہین آمیز رویہ بجائے خود انسانیت کا دیوالیہ پن ہے اور ایسی قبیح حرکت کا ارتکاب کرنے والے اس قابل نہیں کہ انہیں انسانوں کے زمرے میں شمار کیا جائے‘ یہ انسان نما حیوان ہیں‘ دنیائے انسانیت کے لئے ایسے شیطان صفت انسانوں کا وجود باعث ننگ و عار ہے۔

یورپ کے جولوگ آزادیٔ رائے کا سہارا لے کر ان مجرمین کی ہمت افزائی کررہے ہیں‘ کیا وہ بتائیں گے کہ ایران کے سربراہ احمدی نژاد نے ہٹلر کے ہاتھوں یہودیوں کی مشہور مظلومیت کی روداد کے بارے میں جب اپنی اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ اس کے بیان میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے‘ لہٰذا اس کی مزید تحقیق کی ضرورت ہے تو پورا یورپ کیوں چیخ اٹھا تھا‘ یہاں تک کہ اقوام متحدہ کے سیکریٹری نے بھی اس موقع پر خاموش رہ جانا گوارا نہیں کیا؟ کیا آزادیٔ رائے کا حق صرف یورپ ہی کو ہے وہ جو چاہے اور جس کے بارے میں چاہے بکواس کرے: ”تفو بر تو اے فکر مغرب تو“

☆☆.........☆☆

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے ارشاد فرمایا:

☆......”قادیانیوں کا حکم مرتد کا ہے‘ مرتد مرد یا عورت سے نکاح نہیں ہوتا‘ اس لئے قادیانی لڑکی سے جو اولاد ہوگی وہ ولدالحرام ہوگی۔

☆......مرزا قادیانی کے بلند بانگ مگر بے لغو دعوے ”مراق“ کا کرشمہ ہے۔

☆......وہ وکلاء جنہوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی‘ قیامت کے دن مرزا غلام احمد قادیانی کے کیمپ میں ہوں گے۔“

تم کیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو؟

ایک رکشہ پر تحریر ایک مختصر سی عبارت نے زندگی میں انقلاب برپا کردیا‘ یہ خبر روزنامہ ”اسلام“ اخبار جیسے اسلامی اور شرعی حدود کے پابند خبر رساں پرچہ میں شائع ہوئی‘ جس کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوا اور اسلام کی حقانیت کا واضح ثبوت ملا۔ جہانگیر اینڈ کمپنی اور ”ہمینز ان“ کے مالک محمد جہانگیر جو کہ شہر کے مشہور علاقوں زمزمہ‘ گلشن اقبال اور نارتھ ناظم آباد میں فیشن ایبل اسٹائل میں اپنا کاروبار کامیابی کے ساتھ چلاتے ہیں‘ یہ عبارت کہ:

”تم کیسے عاشق رسول ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سا چہرہ اپنانے میں شرماتے ہو“

نے ان کی زندگی میں اسلامی انقلاب برپا کردیا‘ ایسی چنگاری لگی کہ ساری معصیت جل کر خاک ہوگئی اور اس طوفان میں ساری گمراہی غرق ہوگئی‘ خدا جسے چاہئے ہدایت دے اور جسے چاہئے اپنی رضا نصیب فرمائے‘ جسے چاہے تباہی و بربادی اور دوزخ کے راستے سے جنت اور اپنی رضا کے راستے کی طرف روانہ کردے‘ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

محمد جہانگیر نے بتایا کہ میں نے پہلی فرصت میں بیوی کو نماز کا حکم دیا اور تمام برانچوں میں شیو بنانے پر پابندی عائد کردی اور بورڈ لگادیئے کہ ”یہاں شیو نہیں بنائی جاتی اور یہ کہ داڑھی منڈوانا شرعاً حرام ہے۔“

داڑھی کے اہم ترین اسلامی شعار ہونے میں تو شبہ نہیں ہے‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسلمانوں کا امتیازی نشان قرار دیا‘ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

”اپنی وضع قطع میں مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ“

فقہائے امت کے نزدیک ایک مشت کی مقدار داڑھی رکھنا واجب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فعل بد (داڑھی منڈوانے) سے ایسی

حکیم محمد احمد بیگ

نفرت تھی کہ جب کسریٰ شاہ ایران کے سفیر بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں‘ آپ علیہ السلام نے نہایت ناگواری کے لہجے میں فرمایا: تمہاری ہلاکت ہو! تمہیں ایسی بھونڈی اور مکروہ شکل بنانے کا کس نے حکم دیا؟

انہوں نے کہا: ہمارے رب یعنی کسریٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکلیں وضع قطع اختیار کرتے ہیں اور لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

اسلام میں مردوں کو داڑھی رکھنے کا تاکیدی حکم ہے‘ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے‘ جس چیز کی پابندی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک خدا کے سارے نبیوں نے کی ہو‘ ایک مسلمان کے لئے اس کی پیروی جس درجہ ضروری ہوسکتی ہے‘ اس کا اندازہ کرنا نہایت آسان ہے۔

داڑھی رکھنا صحیح فطرت انسانی ہے‘ اس لئے یہ مردانہ چہرے کی زینت اور مردانہ وجاہت کا شعار ہے‘ آج تک علماء صلحا اور صوفیاء کا اس پر تعامل رہا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ظاہری وضع قطع اور داڑھی رکھنے سے کچھ نہیں ہوتا‘ بس دل یعنی باطن ٹھیک ہونا چاہئے۔

ایک بزرگ سے ایک صاحب نے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

آپ تاجر ہیں‘ آپ کی دکان بھی ہوگی‘ اگر اس پر لگا ہوا سائن بورڈ آپ الٹا کر کے لگادیں؟

تو وہ کہنے لگے: حضرت! لوگ مذاق اڑائیں گے اور دیوانہ کہیں گے۔

فرمایا: سائن بورڈ کا باطن تو ٹھیک ہے صرف ظاہر خراب ہوگا‘ تو پھر لوگ کیوں دیوانہ کہیں گے؟

ظاہری وضع قطع صلحاء کی طرح' داڑھی بڑھانا سنت کے مطابق اور لباس میں شرعی لحاظ رکھنا ایسا ہے جیسے باطن کی حفاظت کا تالا ہے' اسی طرح دکان کے اندر قیمتی سامان ہو اور باہر تالا نہ ہو تو چور مال لوٹ لیں گے اور اندر کے مال کی خیر نہیں۔

مقام حیرت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے' لیکن ہم دعویٰ تو عاشق رسول ہونے کا کرتے ہیں' سیرت کے جلسے منعقد کرتے ہیں' نعت خوانی کا اہتمام کرتے ہیں' لیکن نعت خواں اور سیرت پر بڑی پُر مغز معلوماتی و والہانہ تقریر کرنے والا داڑھی صاف کرتا ہے تو کیا وہ عاشق کہلائے گا؟ محض اپنی آواز کا جادو جگانے اور خوش الحانی اور جوش خطابت سے عشق رسالت کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔

کیا حضور علیہ السلام کی تعریف' توصیف اور مدح سرائی کرتے وقت صرف زبانی جمع خرچ کرتے ہیں؟ یہ الفاظ کا صرف سطحی استعمال ہوتا ہے' سچی محبت' عقیدت' دلی لگاؤ اور عشق تو وہ ہوتا ہے جو کہ اپنے عاشق اور محبوب کی ہر' ہر ادا پر مر مٹنے کا درس دے اور عاشق اس پر مر مٹنے سے دریغ نہیں کرتا۔

حضور علیہ السلام تو داڑھی کے بڑھانے کا ارشاد فرما رہے ہیں' لیکن ہم مرضی اپنی چلائیں گے اور عمل نہیں کریں گے' صرف آپ کی یاد منائیں گے' عمل ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام تو صرف اپنی تعلیمات اور سیرت و کردار کو اپنانے سے خوش ہوں گے' پھر مدح و تعریف بھی لائق اعتنا ہوگی اور حضور علیہ السلام کی رضا حاصل ہوگی' ورنہ زبانی جمع خرچ ٹھہرے گی۔

جو لوگ حج کے دوران یا حج سے واپس آ کر داڑھی منڈوا لیتے ہیں یا کترواتے ہیں' ان کی حالت عام لوگوں سے زیادہ قابل رحم ہے' اس لئے کہ وہ خدا کے گھر اور حضور علیہ السلام کے دربار میں جا کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو (نعوذ باللہ) پامال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے روگردانی کرتے ہیں اور اس کبیرہ گناہ سے باز نہیں آتے' حالانکہ بارگاہ رب العزت میں وہی حج مبرور ہوگا جو گناہوں سے پاک اور معصیت چھوڑنے کے عزم و استقلال کے ساتھ ہوگا۔

پس جو لوگ داڑھی منڈواتے ہیں' وہ مسلمانوں کا شعار ترک کرتے ہیں اور اہل کفر کا شعار اپناتے ہیں' خصوصاً وہ بوڑھے اشخاص جن کے گال لٹک گئے' چہرے پر جھریاں پڑ گئیں' زندگی کی کشش ختم ہوگئی' کوئی انہیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا' بال سفید ہیں' آنکھیں کمزور' منہ میں دانت نہیں' لیکن چہرے پر داڑھی اب بھی نہیں۔

افسوس صد افسوس! شیطان نے لوگوں کے کان میں پھونک دیا ہے کہ داڑھی رکھ کر ملا کہلاؤ گے' لوگ بنیاد پرست' قدامت پرست اور پرانے خیال کا سمجھیں گے' لوگ عزت نہیں کریں گے اور اگر تم نے اسلام کے فلاں مسئلے پر عمل کیا تو فلاں مصلحت اڑے آئے گی' اور اس ترقی یافتہ دور میں لوگ تمہیں کیا کہیں گے؟ یہی مسلمانوں کی ذلت اور پستی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

مسلمانوں کی عزت اور حفاظت اسلام کے احکام پر چلنے میں ہے اور اسلام کے احکام چھوڑنے میں ان کی ذلت' رسوائی اور پسماندگی کا راز پنہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆☆.................☆☆

بے تاب ہو رہا ہوں فراق رسول ﷺ میں

جنگ یرموک کے ایک واقعہ سے متاثر ہو کر کلیات اقبالؒ سے

صفِ بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام
اک نوجوان صورتِ سیمابِ مضطرب
آ کر ہوا امیرِ عساکر سے ہم کلام
اے ابو عبیدہؓ رخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہوگیا میرے صبر و سکوں کا جام
بے تاب ہو رہا ہوں فراق رسول ﷺ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضور رسالت ﷺ پناہ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
بولا امیرِ فوج کہ وہ نوجوان ہے تو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمد ﷺ تیری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام
پہنچے جو بارگاہ رسول امیں ﷺ میں تُو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضور ﷺ نے

المرسل: مولانا محمد نذر عثمانی حیدر آباد

چوتھی قسط

محمد رسول اللہؐ کا قادیانی تصور

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

صحابہ کے دور سے آج تک مسلمانوں کا اسی پر اجماع چلا آتا ہے' لیکن قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ: ''معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا' بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔'' اور یہ کہ ''مرزا خود بھی اس قسم کے کشفوں میں جانب تجربہ ہیں۔'' (حاشیہ ازالہ اوہام ص ۴۷' ۴۸ خزائن ص ۱۲۶ ج ۳)

گویا معراج جسمانی تو کجا؟ معراج کشفی بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں' بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔

عقیدہ (۱۰) ''قرآنی عقیدہ ہے کہ قاب قوسین کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص ہے' مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ یہ منصب مرزا غلام احمد قادیانی کو حاصل ہے۔'' (تذکرہ ص ۷۰ طبع دوم' طبع سوم ص ۳۹۵)

عقیدہ (۱۱) قرآنی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں' مگر قادیانی عقیدہ ہے کہ: ''خدا عرش پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف کرتا ہے اور اس پر درود بھیجتا ہے۔'' (تذکرہ ص ۶۵۹ اربعین نمبر ۲ ص ۱۵' خزائن ص ۳۴۹ ج ۱۷)

عقیدہ (۱۲) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی باعث تخلیق کائنات ہے' آپ کا وجود باجود نہ ہوتا تو کائنات وجود میں نہ آتی' لیکن قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ کائنات صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی خاطر پیدا کی گئی ہے' وہ نہ ہوتے تو نہ آسمان و زمین وجود میں آتے' نہ کوئی نبی ولی پیدا ہوتا' چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام ہے۔

''لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا''

(حقیقۃ الوحی ص ۹۹ خزائن ص ۱۰۲ ج ۲۲)

عقیدہ (۱۳) اسلامی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر اور سید الانبیاء ہیں' آپ کا مرتبہ تمام انبیاء کرام سے اعلیٰ و ارفع ہے' لیکن قادیانی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا الہام ہے:

''آسمان سے کئی تخت اترے' پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۹ خزائن ص ۹۲ ج ۲۲)

اور اسی بناء پر مرزا غلام احمد قادیانی یہ ترانہ گاتے ہیں:

''انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی راجام
داد آں جام رامرا بہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین''

(نزول مسیح ۹۹' ۱۰۰ خزائن ص ۴۷۷' ۴۷۸ ج ۱۸)

ترجمہ: ''انبیاء اگرچہ بہت ہوئے ہیں' مگر میں عرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں' جو جام کہ ہر نبی کو دیا گیا ہے' وہ مجھے پورے کا پورا دے دیا گیا ہے' میں از روئے یقین ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں' جو شخص جھوٹ کہے وہ لعنتی ہے۔''

اور اسی بناء پر مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

''منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد''

(تریاق القلوب ص ۳ خزائن ۱۳۴ ج ۱۵)

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

(نزول المسیح ص ۱۰۰ خزائن ص ۴۷۸ ج ۱۸)

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تابہ نہد بمنبرم

(ازالہ ص ۱۵۸ خزائن ص ۱۸۰ ج ۳)

عقیدہ (۱۴) اسلامی عقیدہ ہے کہ صاحب مقام محمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور قادیانیوں کے نزدیک مقام محمود مرزا غلام احمد قادیانی کو عطا ہوا ہے' چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام ہے: ''اراد اللہ ان یبعثک مقاما محمودا'' (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۲ خزائن ص ۱۰۵ ج ۲۲)

عقیدہ (۱۵) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو آپؐ ہی کی پیروی کرتے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول آپؐ کی پیروی کریں گے' اور قادیانیوں کے نزدیک اب یہ مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حاصل ہے "الفضل" لکھتا ہے:

"حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کے مرتبہ کی نسبت مولانا (محمد احسن امروہوی قادیانی) لکھتے ہیں کہ پہلے انبیاءؑ اولوالعزم میں بھی اس عظمت شان کا کوئی شخص نہیں گزرا۔ حدیث میں تو ہے کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو آنحضرتؐ کے اتباع کے بغیر ان کو چارہ نہ ہوتا (حدیث میں حضرت موسیٰ کا نام مذکور ہے' حضرت عیسیٰ کا نہیں' کیونکہ وہ تو زندہ ہیں' اور آپؐ کی پیروی بھی کریں گے' ناقل) مگر میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کے وقت میں بھی موسیٰ و عیسیٰ ہوتے تو مسیح موعود (مرزا غلام قادیانی) کی ضرور اتباع کرنی پڑتی۔" (اخبار الفضل ۱۸/ مارچ ۱۹۱۶ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۳۲۵)

عقیدہ (۱۶) قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو "امت کی مائیں" فرمایا ہے' وازواجہ امہاتہم (الاحزاب) لیکن قادیانی مذہب میں یہ لقب مرزا غلام احمد قادیانی کی اہلیہ محترمہ کا ہے۔

عقیدہ (۱۷) مسلمانوں کے نزدیک محمد عربیؐ کا لایا ہوا قرآن معجزہ ہے' اور قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی کے علاوہ ان کی تصنیف اعجاز احمدی' اعجاز المسیح' اور خطبہ الہامیہ بھی معجزہ ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص کمالات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت نے مرزا قادیانی پر چسپاں نہ کردیا ہو' کیوں؟ اس لئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا مظہر ہونے کی وجہ سے اب چودھویں صدی کے محمد رسول اللہ ہیں۔

عقیدہ (۱۸) یہی وجہ ہے کہ مسلمان تو جب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو "محمد رسول اللہ" سے ان کی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہوتی ہے' لیکن قادیانی جب یہی کلمہ پڑھتے ہیں تو "محمد رسول اللہ" سے صرف بعثت اولیٰ کے محمد رسول اللہ مراد نہیں ہوتے بلکہ دوسری بعثت یعنی قادیانی بعثت کے محمد رسول اللہ یعنی مرزا غلام احمد قادیانی بھی مراد ہوتے ہیں۔ اور یہ الزام نہیں' بلکہ مرزا قادیانی کی بعثت ثانیہ کا منطقی نتیجہ ہے۔ چنانچہ مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی لکھتے ہیں:

"علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے' جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: "صار وجودی وجودہ" نیز "من فرق بینی وبین المصطفی فما عرفنی وما رای" اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا' جیسا کہ آیت آخرین منہم سے ظاہر ہے' پس مسیح موعود (مرزا غلام احمد) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے' اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں' ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔"

(کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)

عقیدہ (۱۹) چونکہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قادیان میں دوبارہ آنے کے قائل نہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو محمد رسول اللہ تسلیم نہیں کرتے اس لئے قادیانیوں کے نزدیک وہ قادیانی کلمہ کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

"اب معاملہ صاف ہے' اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے' کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے' بلکہ وہی ہے اور اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں' کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپؐ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں' جس میں بقول مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے' آپ کا انکار کفر نہ ہو۔"

(کلمۃ الفصل ص ۱۴۶' ۱۴۷)

مکی بعثت پر قادیانی بعثت کی فضیلت:

آپ پڑھ چکے ہیں کہ قادیانی عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ ظہور قادیان' ضلع گورداسپور میں ہوا۔ اس

لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں نے ''مسیح موعود محمد است وعین محمد است'' کا نعرہ بڑی شدت سے لگایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوصاف و کمالات مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منتقل کردیئے۔ اس پر قادیانی جماعت کے اخبارات و رسائل میں بڑے ہنگامہ خیز مضامین شائع ہوتے رہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ والی بعثت سے افضل ہے کیونکہ اس بعثت میں کچھ مزید ایسے خصوصی کمالات وفضائل بھی پائے جاتے ہیں' جو مکہ والی محمدی بعثت میں نہیں تھے۔ اس سلسلہ میں قادیانیوں کے درج ذیل عقائد ملاحظہ کریں:

۱:......عقیدہ: دوسری بعثت اقویٰ اور اکمل اوراشد:

''جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سال سے تعلق رکھتی ہے' جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی' پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا' بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں' یعنی ان دنوں میں (مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت کے زمانے میں) بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اوراشد ہے۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱ خزائن ص ۲۷۱'۲۷۲ ج ۱۶)

۲:......عقیدہ: روحانی ترقیات کی ابتداء اور انتہا:

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ (مکہ میں) ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقیات کا انتہا کا نہ تھا' بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا' پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت (قادیاں میں) پوری طرح سے تجلی فرمائی۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷ خزائن ص ۲۶۶ ج ۱۶)

۳: عقیدہ: پہلے سے بڑی فتح مبین:

''اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہو' اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے' سبحان الذی اسریٰ ......الخ'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ خزائن ص ۲۸۸ ج ۱۶)

۴:......عقیدہ: زمان البرکات:

''غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں' زمان البرکات ہے' لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ زمان التائیدات اور دفع الآفات تھا۔'' (اشتہار ۲۸/مئی ۱۹۰۰ء تبلیغ رسالت ص ۴۴ ج ۵ مجموعہ اشتہارات ص ۲۹۲ ج ۳)

۵:......عقیدہ: ہلال اور بدر:

''اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخر زمانہ میں بدر (چودھویں کے چاند کی طرح کامل ومکمل) ہوجائے خدا تعالیٰ کے حکم سے۔''

''پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے' جو شمار کے رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو (یعنی چودھویں صدی) پس ان ہی معنوں کی طرف اشارہ ہے خدا تعالیٰ کے اس قول میں کہ لقد نصرکم اللہ ببدر۔'' (خطبہ الہامیہ خزائن ص ۲۷۵'۲۷۶ جلد ۱۶)

۶:......عقیدہ: ظہور کی تکمیل:

''قرآن شریف کے لئے تین تجلیات ہیں' وہ سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے'' ولکل امر وقت معلوم'' اور جیسا کہ آسمان سے نازل ہوا تھا ویسا ہی آسمان تک اس کا نور پہنچا' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اس کے ہر ایک پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی' اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی۔'' (حاشیہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۲' خزائن ص ۶۶ جلد ۲۱)

۷:......عقیدہ: حقائق کا انکشاف:

اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو' اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو' اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو' اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ظاہر فرمائی گئی......تو کچھ تعجب کی بات نہیں (مگر بعثت ثانی میں مرزا قادیانی پر حقائق پوری طرح منکشف ہوگئے ناقل)۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۹۱ خزائن ص ۴۷۳ جلد ۳)

(جاری ہے)

مولوی معاشرے کا مظلوم محسن

مولوی کی غربت نے دین کو عزت دی‘ اس کی ہر شکستہ آرزو دین کی آبرو بن گئی‘ اس کی فاقہ مستی نے اہل اسلام کو مستی بخشی‘ اس سب کے باوجود قوم سے مولوی کو کیا ملا؟ ملامت بھری باتیں‘ حقارت آمیز نظریں‘ الزامات کی بوچھاڑ اور اس کے خلاف منصوبوں کی یلغار۔

وہ زمانہ گزر گیا جب ملا اور مولوی کے القاب علم و فضل کی علامت ہوا کرتے تھے‘ اب تو مغرب کی عملداری میں جیسے جیسے ہماری ثقافت اور تعلیم پر مغربی اقدار کا رنگ و روغن چڑھتا گیا‘ جوں جوں آفتاب دین کی کرنیں اپنوں کی بے پروائی اور بے گانوں کی عیاری کی وجہ سے ماند پڑ گئیں‘ بنا بریں دھیمے دھیمے ملا اور مولوی کا تقدس بھی پامال ہو گیا‘ ملا کو لوگ فاضل پرزہ تصور کرنے لگے‘ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ یہ دونوں (ملا‘ مولوی) تعظیمی الفاظ تذلیل و تحقیر کے ترکش کے تیر بن گئے‘ داڑھی والوں کو مذاق ہی مذاق میں مولوی کے لقب ملنے لگے‘ تعلیمی اور سرکاری اداروں میں کوٹ پتلون اور ٹائی جیسے غلامانہ لباس سے نفرت کرنے والے دین دار لوگوں کو طنز و تشنیع کے طور پر لوگ ”مولوی“ کہنے لگے۔

اکیسویں صدی اور مولوی:

ہم نے چونکہ اکیسویں صدی میں قدم رکھا ہے‘ اس لئے یہ طرز گفتگو آج کے فیشن کا حصہ ہے کہ علمائے دین رفتار زمانہ کا ساتھ نہیں دے پا رہے‘ ان کا نصاب تعلیم ایک ٹھہرا ہوا تالاب ہے‘ یہ مجادلے اور مناظرے کی ایک الگ تھلگ دنیا آباد کئے ہوئے ہیں‘ اپنے طلبہ میں معاشرے کا مفید اور کارآمد شہری بننے کی امنگ پیدا کرنے میں ناکام ہیں۔ مخصوص وضع قطع کے باعث اپنی ہی بستی میں اجنبی سے لگتے ہیں‘ اپنے مدارس اور خانقاہوں کا ہر دو کواڑ بند کر کے بیٹھے ہیں‘ جہاں سے تازہ ہوا کے گزر کا ذرا بھی امکان ہو‘ ماضی کی آغوش میں آسودگی ڈھونڈنا ان کا دلچسپ مشغلہ ہے‘ حال سے منہ موڑ کر اور مستقبل سے پیٹھ پھیر کر نامعلوم منزل کے مسافر ہیں‘ یہ لوگ شکستہ صفوں کے دل برداشتہ امام ہیں‘ بکھرے ہوئے لشکر کے مایوس سپہ سالار ہیں‘ اجڑی ہوئی بزم کے دود چراغ ہیں‘ الٹی ہوئے بساط کے پٹے ہوئے مہرے ہیں‘ ہاری ہوئی بازی کے تھکے ہوئے کھلاڑی ہیں‘ عصر حاضر کے پُرشور قافلے کے بچھڑے ہوئے مسافر ہیں‘ کارزار حیات میں ان کی سانس پھول چکی ہے‘ بھلے وقت میں اذان دے کر تہ محراب مسجد سو گئے ہیں اور اب قیامت شاید انہیں جگا سکے۔

المرسل: ابو فضیل احمد خان

یہ اور اس طرح کے نوکیلے‘ کٹیلے جملے علمائے دین اپنے بارے میں سنتے رہتے ہیں۔

برعکس معاملہ:

ان سب کے باوجود یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ علماء نے زمانے کو اپنے ساتھ ملایا ہے‘ البتہ زمانے کی کج رفتاری کا ساتھ نہیں دیا۔ ان کا نصاب تعلیم ٹھہرا ہوا تالاب نہیں بلکہ میٹھا چشمہ ہے‘ جس سے ہر کوئی بلا فرق و امتیاز سیراب ہوتا ہے‘ اپنے طلبہ میں معاشرے کا مفید شہری بنانے کی امنگ پیدا کرنے میں ناکامی کا الزام تسلیم‘ لیکن معاف کیجئے یہ اپنے طلبہ میں کارآمد اور مفید مسلمان بننے کی امنگ پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہیں‘ پیوند لگی پیرہن‘ عمامے اور داڑھی کی وجہ سے اپنی بستی میں اجنبی لگتے ہیں‘ اس لئے کہ سنت نبویؐ سے محبت ہے‘ تازہ ہوا روکنے کے لئے دروازہ بند کر دینے کا الزام بجا‘ لیکن عہد نبوت کی خوشبو کو تہذیب فرنگ کی آلودہ فضا میں تحلیل نہیں ہونے دیا‘ ماضی کی آغوش میں ان لوگوں نے ضرور آسودگی ڈھونڈی ہے‘ کیونکہ حال کی گود میں محض درندگی‘ سفا کی اور آوارگی نے پرورش پائی ہے۔ ملا اور مولوی نے زمانہ حال سے منہ نہیں موڑا ہے‘ زمانے کی حالت سے اپنا رشتہ توڑا ہے‘ مستقبل سے پیٹھ نہیں پھیری بلکہ ہر بدنام کوچے کی پھیری لگانے سے باز رہے‘ یہ نامعلوم منزل کے مسافر نہیں بلکہ موہوم منازل اور ان کی رسائی سے گریزاں ہیں‘ ان کی صفیں ضرور ٹوٹ گئیں‘ لیکن یہ لوگ مصلیٰ چھوڑ کر نہیں بھاگے‘ ان کا لشکر بلاشبہ بکھرا ہوا ہے‘ لیکن سالارِ لشکر نے اپنا مورچہ نہیں چھوڑا ہے۔

اجڑی بزم کا چراغ کہنے والے یاد رکھیں کہ یہی دھواں مطلع بہاراں بنے گا‘ ہاری ہوئی بازی کے تھکے ہوئے کھلاڑی نہیں بلکہ مادیت پرستی اور دنیا داری کی بازی میں حصہ لینے سے گریزاں ہیں‘ عصر حاضر کے پرشور قافلے سے علمائے دین ضرور بچھڑ گئے ہیں‘ کیونکہ ان کا کام شور برپا کرنا نہیں شعور پیدا کرنا ہے‘ کارزار حیات میں ان کی سانس نہیں پھولی‘ بلکہ ان کی سانس اکھڑی ہوئی ہے جو جلدی سے آغوش صنم میں پہنچا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ تہ محراب مسجد نہیں سوئے مگر عام افراد زمانہ فرنگی بت کدے میں کھو گئے‘ ان لوگوں نے ہمیشہ بروقت اذان دی‘ تکبیر کہی اور منبر پر فروکش رہے‘ لوگوں کو خدا کی طرف بلایا‘ اسوۂ رسولؐ بتایا‘ دین سکھایا‘ حق و باطل کو واضح کیا‘ معیار خیر و شر کو ملحوظ رکھا‘ ہر دور میں اہل دنیا نے اپنا قبلہ حاجات بدلا مگر یہ ایک آقا اور ایک در کے رہے‘ ہر لمحہ اہل ہوس و زر نے پلٹا کھایا‘ مگر یہ اپنے دین پر جمے رہے‘ اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے اور اپنی تہذیب پر اڑے رہے‘ ہر

(باقی صفحہ ۶ پر)

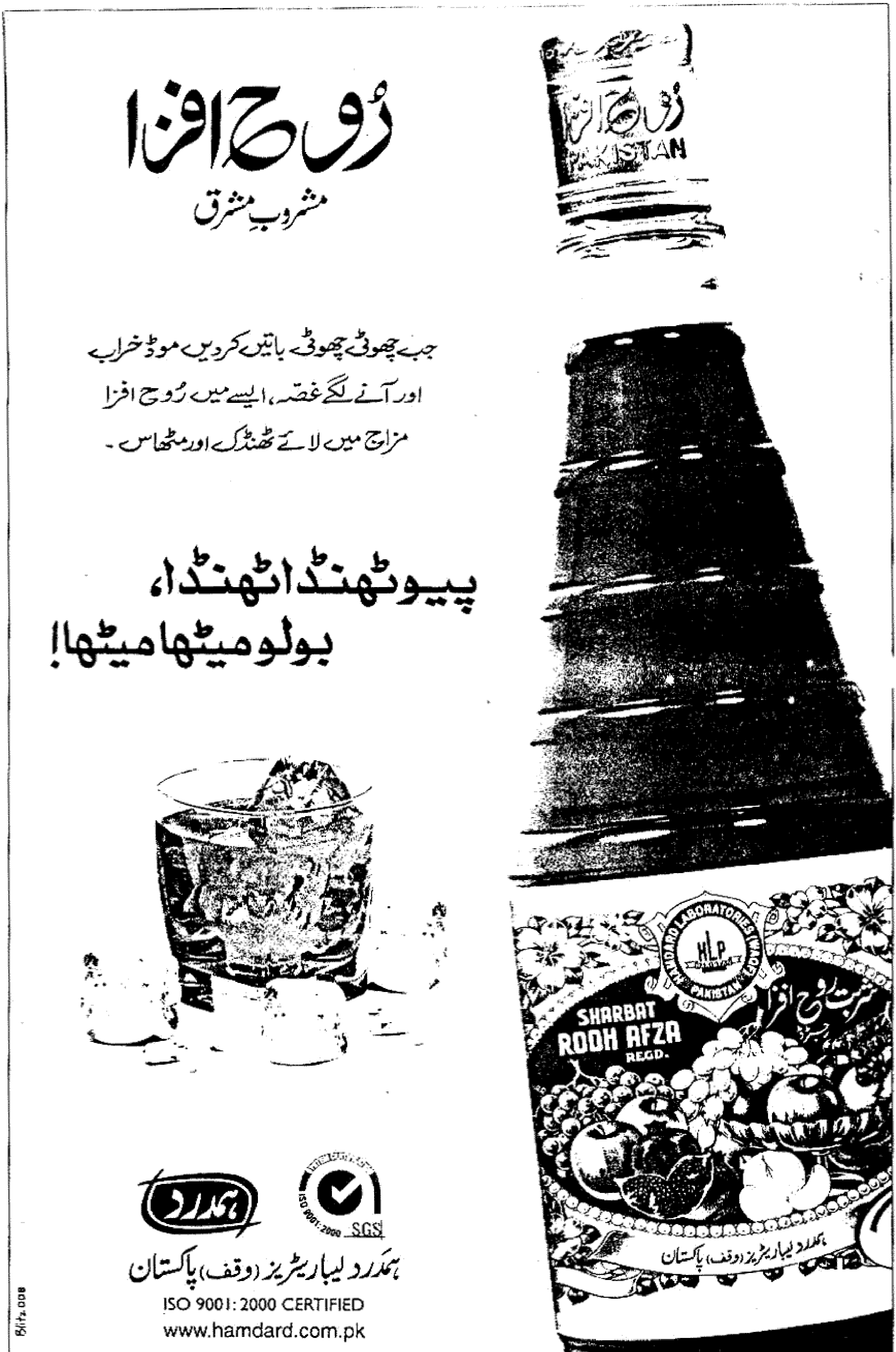
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ، ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
ہمدرد
SGS
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001:2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk
PAKISTAN
HAMDARD LABORATORIES (WAQF) PAKISTAN
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
شربت روح افزا
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان

دوسری وآخری قسط

عالمی دہشت گردی

قرآن کریم اور بائبل کا موقف

ڈاکٹر عبدالخالق علیگڑھ

اس طرح بنی اسرائیل نے ہمرکی قوم کو امان دے کر بھی دھوکا سے ان کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر ان کے تمام مردوں کو قتل بھی کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا' کیا مسیحی امریکا نے اس واقعہ کو افغانستان میں ۲۰۰۱ء میں نہیں دہرایا کہ صرف شک کی بنیاد پر کہ ایک شخص بن لادن اور اس کے آدمیوں نے امریکا کے منارائے تجارت پر حملہ کیا تو اس کی پاداش میں ایک غیر مجرم شخص کو ہی نہیں بلکہ پورے ملک افغانستان کو ہی تباہ کر دیا گیا' اور آج تک بھی اس کو تباہ کیا جا رہا ہے' لاکھوں لوگ بے گھر و بار ہی نہیں ہو چکے بلکہ موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے؟ کیا یہ مسیح علیہ السلام کے اور ان پر منزل من اللہ کتاب انجیل کے پرستاروں کے لئے ایک چھوٹے سے جرم کے لئے اتنی بڑی سزا دینا مناسب ہے؟ یہ تو بائبل میں امان دینے کا واقعہ اور محض شک کی بنیاد پر پورے ملک کو تباہ کر دینے کا اہل بائبل کا حال ہے۔

اب آپ ذرا قرآن کریم میں امان دینے کی مثال ملاحظہ کیجئے' اللہ تعالیٰ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶ میں فرماتے ہیں:

”وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ۔“

ترجمہ: ”اگر کوئی مشرک بھی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدے' یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لیں اور پھر اس کو امن کی جگہ میں پہنچادے۔“

بھلا کون معقول شخص ایسی کتاب کو دہشت گردی کی حامی کہہ سکتا ہے' جس کی امان دینے کے سلسلہ میں یہ تعلیم ہو' کوئی مفسد اور فاسق شخص ہی ایسی امن وامان سے پُر کتاب پر دہشت گردی کا الزام لگا سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کریم تو ہمیشہ صلح کو جنگ وجدل پر ترجیح دیتا ہے' کسی بھی حال میں بلا کسی قوی سبب کے جنگ پر اپنے متبعین کو نہیں اکساتا ہے' (صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کا طرزعمل) مثال کے طور پر سورۂ انفال میں آیت نمبر ۶۱' ۶۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم' وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین۔“

ترجمہ: ”اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو' تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر بے شک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں تو تجھ کو کافی ہے اللہ اسی نے تجھ کو دیا زور اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔“

قرآن کریم کا مقصد خونریزی کرنا اور دہشت گردی پھیلانا نہیں' بلکہ اس کا مقصد قوت کے استعمال سے اعلائے کلمۃ اللہ اور قانون فطرت کا نفاذ ہے' وہ ہر حال میں دنیا کو امن کا گہوارا دیکھنا چاہتا ہے' چاہے اس کے لئے کچھ مقدار میں قوت ہی کا استعمال کیوں نہ کرنا پڑے۔ دنیا کو ایک بڑی تباہی سے بچانے کے لئے تھوڑی سی قربانی کو درست قرار دیتا ہے' جس طرح سے ایک ماہر وحاذق طبیب دوا سے مریض کے ٹھیک نہ ہونے کی صورت میں عمل جراحی (Opretion) کے ذریعہ مریض کو تھوڑی سی پریشانی میں ڈال کر پوری زندگی کے لئے امن وامان کی راہ اس کے لئے ہموار کر دیتا ہے' پس یہ ہے اسلام میں قوت کے استعمال یا جہاد کا منشاء' جس طرح سے ڈاکٹر یا طبیب عمل جراحی کو کوئی بھی معقول انسان مریض پر ظلم وستم کرنا قرار نہیں دیتا' اسی طرح سے قرآنی' خدائی اور نبوی طریق جہاد کو دہشت گردی یا انسانیت کے خلاف ظلم وستم قرار نہیں دیا جا سکتا' قرآن کریم مظلوموں' عورتوں اور بچوں کا خاص خیال رکھتا ہے' جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۵ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وما لکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من

الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیراً۔“

ظاہر ہے ایسے معذوروں‘ مظلوموں کی حفاظت کے لئے قوت کا استعمال اگر لازمی ہوتو اس کا استعمال کرنا پڑے گا‘ ورنہ اپنے پاس قوت ہونے کی صورت میں بھی مظلومین کی مدد نہ کرنا اپنے فرض سے انحراف کرنے کے مترادف ہوگا‘ جس کی پاداش میں ایسے شخص کے لئے عذاب الٰہی حرکت میں آسکتا ہے اور وہ مظلومین کی کسی اور ذریعہ سے مدد کراسکتا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کے ترجمان نے رستم سے اپنی آمد کا جو مقصد بتایا تھا‘ اس کا مفہوم بھی یہی تھا کہ بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف رہبری کرنا اور دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں پہنچانا اور (آخرت تو ہے ہی مومنین اور متقین کے لئے) پس مندرجہ بالا اسلامی طرز عمل سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اسلام ہر حال میں امن وامان چاہتا ہے اور دنیا کو خیر کی طرف بلاتا ہے اور اس کوشش میں اگر قوت کا استعمال کرنا پڑے تو اس سے بھی صرف نظر کرنے کی اپنے متبعین کو اجازت نہیں دیتا‘ اب آپ ذرا پھر بائبل کی طرف لوٹ آیئے۔

بائبل کے دوسرے حصہ یعنی عہد نامہ جدید جس کا تعلق سراسر نصاریٰ سے ہے‘ اس میں یعنی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب اقوال کو بھی ملاحظہ فرمالیجئے کہ انجیل جس کی تعلیم کو حد درجے امن سے پُر ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے متبعین سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ: ”اگر کوئی تمہارے ایک گال پر چپت مارے تو دوسرا بھی اس کو پیش کردو‘ اگر کوئی ایک میل دوڑائے تو‘ تو دو میل دوڑ جا اور اگر کوئی تیری قمیص لینا چاہے تو اس کو اپنا کوٹ بھی دیدے۔“

(انجیل متی باب ۵ آیت: ۳۸‘ ۴۲)

یہی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ قول بھی منسوب کرتی ہے:

”میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر آگ لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا‘ لیکن مجھے ایک بپتسما لینا ہے اور جب تک وہ نہ ہولے میں بہت ہی تنگ رہوں گا‘ کیا تم گمان کرتے ہو میں زمین پر صلح کرنے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا نہیں بلکہ جدائی کرنے آیا ہوں‘ کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی بھی آپس میں مخالفت کریں گے دو تین سے اور تین دو سے باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے اور ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے اور ساس بہو سے بہو ساس سے۔“ (انجیل لوقا باب ۱۲ آیات: ۴۹‘ ۵۳)

اور انجیل متی باب ۱۰ آیت: ۳۴‘ ۳۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں:

”یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرنے آیا ہوں‘ بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں‘ کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں۔“

مندرجہ بالا آیات اناجیل اور انجیل متی کے اس ناقابل عمل مشورہ یا ترغیب کہ اگر کوئی ایک گال پر چپت مارے تو دوسرا پیش کردو‘ کی روشنی میں تاریخ نصاریٰ پر بھی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ کا عمل اکثر وبیشتر متی اور لوقا کی آیات آتش اور آیات تفریق بین الناس پر ہی عمل رہا ہے۔ دائیں اور بائیں گال والی آیت پر شاید ہی کبھی عمل رہا ہو‘ عالمی جنگ اول اور جنگ ثانی میں پوری دنیا نے نصاریٰ کا برتاؤ دیکھ لیا ہے کہ زمین کا کتنا بڑا حصہ آگ وخون سے بھر گیا گیا‘ اس قتل وغارت کے ذمہ دار اہل بائبل نہ تھے؟ کیا کبھی قرآن کریم کے ماننے والوں نے دنیا میں ایسی آگ لگائی ہے کیا قرآن کریم کے ماننے والوں نے اتنے بڑے پیمانے پر کبھی دنیا کو خون میں رنگا ہے جو کام یعنی امن وآشتی کی فضا بائبل کی تعلیمات پانچ سو پچاس سال میں قائم نہ کرسکی (یورپ کی خون ریزی کی تاریخ) وہی کام قرآن کریم کی تعلیم نے پچیس سال سے کم کے عرصے میں انجام دیدی (زمانہ نبوی مدنی دور دس سال خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی تقریباً ساڑھے بارہ سال) کیا اہل علم یہ نہیں جانتے کہ نصرانیت وبائبل کو خیرآباد کہہ کر اسلام وقرآن کی تعلیم کو قبول کرنے والے حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم نے اس عورت کو نہیں دیکھا تھا جو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق مقام حرا سے چل کر حجاز پاک پہنچ کر مکۃ المکرمہ میں حاضر ہوئی تھی‘ بیت اللہ کی زیارت کی تھی اور اس سینکڑوں کیلومیٹر کی مسافت کو کیلے ہی طے کیا تھا اور سارے لوگوں کو ایسا پایا تھا جیسا کہ اس کے اپنے ہی خاندان کے لوگ‘ یہ تھا قرآن کریم کی تعلیم کا اثر! کیا آج بھی کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ حق یہ ہے کہ قرآن کریم دہشت گردی کا حامی نہیں بلکہ وہ سراسر ہدایت کا حامی ہے‘

اس نے جس دین کو پھیلایا ہے اس کا نام اسلام ہے جو سراسر سلامتی کو ہی عالمگیر پیمانے پر پھیلانے کی ہر وقت فضا بناتا ہے' اب ایک بار پھر قرآن کریم اور بائبل کی طرف رجوع فرمائیے' پھر پیغمبر اسلام اور پیغمبر عیسائیت کے مقاصد پر بھی روشنی ڈال لیجئے جو ان دونوں مقدس ہستیوں پر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں قرآن کریم میں (محمد رسول اللہ کے لئے) اور انجیل میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے) وارد ہوا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''وما ارسلناک الا رحمة للعلمین''

ترجمہ: ''ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ہے' مگر پوری دنیا کے لئے تمام عالموں کے لئے سراپا رحمت بنا کر۔''

اور دنیا نے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقصد کے اظہار کو بارہا دیکھ بھی لیا ہے' اگر آج بھی اسوۂ محمدی کے مطابق عمل کیا جائے تو دنیا سراپا امن و آشتی خیر و خوشی کا گہوارہ بن جائے۔ مدینہ کے اوس و خزرج کا کیا حال تھا کیا' صرف چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ ایک دوسرے کا گلا نہیں کاٹ دیتے تھے' کیا صرف غیر ارادی عمل سے گھوڑے کے آگے بڑھ جانے سے فریق ثانی اپنی تذلیل نہیں سمجھتا تھا اور کیا اپنی اس تذلیل کا بدلہ دشمن سے جنگ کی شکل میں نہیں لیتا تھا' کیا عربوں کے چھوٹی چھوٹی باتوں پر سالہا سال (ستر ستر سالہ) جنگوں کے واقعات دنیا نے نہیں سنے ہیں' کیا سینکڑوں لڑکیاں قرآن کریم کے نزول سے قبل زندہ نہیں دفنائی جا چکی تھیں کیا قرآن کریم نے ہزاروں لڑکیوں کو زندہ درگور ہونے سے نہیں بچالیا اور کیا اس مذموم رسم کو قرآن کریم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں کردیا۔ (سورۂ کورت)

کیا قرآن کریم نے ان لوگوں کو جو بات بات پر ایک دوسرے کی گردن مارنے پر تیار رہتے تھے' ایک دوسرے کی حفاظت میں جان گنوانے والا نہیں بنادیا۔ (فضائل اعمال حکایت صحابہ) اور خود بھوکے رہ کر دوسروں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والا نہیں بنادیا۔

''ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة'' (سورۂ حشر:۹)

اور جو دوسروں کا سب کچھ لوٹ کر بھی چین نہ لیتے تھے' وہ ہر وقت دوسروں پر اپنا سب کچھ لٹا کر بدلہ لینا تو کیا دوسروں کی زبان سے شکریہ کے الفاظ سننے کی تمنا نہ کرنے لگے تھے۔ (سورۂ دھر:۹'۸)

پس ایسی کتاب کو دہشت گرد کہنا کسی انسان کا کام نہیں' شیطان کا کام ہے' اس قرآنی معجزاتی اثر کے بعد جو امن کے میدان میں قرآن کریم کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے' ایک نظر پھر سے مقصد عیسیٰ علیہ السلام اور تعلیم انجیل کے اثرات پر بھی ڈال لیجئے' کیا آپ نے اسی مضمون میں یہ نہیں پڑھ لیا ہے (نعوذ باللہ)

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ نہ سمجھو کہ میں دنیا میں امن قائم کرنے آیا ہوں' میں دنیا میں تلوار چلانے آیا ہوں' یہاں تک کہ تفریق کا یہ عالم ہوگا کہ بھائی بھائی سے' باپ بیٹے سے اور ساس بہو سے اور بہو ساس سے الگ ہوجائے گی۔'' (متی باب ۱۰' آیت: ۳۴'۳۶' لوقا باب ۱۲' آیت: ۴۹'۵۳)

شاید اسی طرح کی آیت اناجیل کے اثرات آج بھی یورپ اور امریکا میں پائے جاتے ہیں' ہم یہ نہیں کہتے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا آپ پر منزل من اللہ انجیل دنیا میں خلفشار پیدا کرنے کے لئے آئی تھی' بلکہ ہر ایک نبی کی طرح آپ بھی خیر و امن ہی پیدا کرنے کے لئے آئے تھے' یہ تو دشمنوں کی تحریفات کے نتائج ہیں' جن کی وجہ سے انجیل محرف ہوگئی اور محرف انجیل کی وجہ سے تعلیمات انجیل بھی محرف ہوگئی' جس کا نتیجہ دنیا میں خلفشار کی شکل میں نظر آیا کیونکہ محرف بائبل میں بستیوں کی بستیوں کو شہروں کے شہروں کو دنیا کے نام پر بنی اسرائیل کے ذریعہ اجاڑ دیئے جانے کا ذکر ہے' اس بربادی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ دنیا میں آگ لگانے کی ترغیب کی قارئین انجیل پڑھتے ہوں گے تو ان میں ضرور دنیا میں اپنے مقدس نبی اور مقدس کتاب کے مطابق عمل کرنے کا ولولہ پیدا ہوتا ہوگا' بائبل میں ایک جگہ مذکور ہے کہ جو ہمارے ساتھ نہیں' وہ ہمارے خلاف ہے۔

یہی بات اس وقت امریکن صدر مملکت جارج ڈبلیو بش جگہ جگہ کہہ رہے ہیں' جس کے نتیجہ میں دنیا میں یا تو صرف امریکا کے حامی نظر آتے ہیں یا صرف اس کے مخالف کوئی بھی ملک ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ اپنی بات' اپنی عسکری اور مالی قوت کم ہونے کی وجہ سے نہیں کہہ پارہا ہے' جس کے نتیجہ میں ڈر یہ ہے کہ کہیں دنیا میں بہت بڑی بربادی رونما نہ ہوجائے یا پھر امریکا پر ہی منجانب اللہ کوئی عذاب الیم نازل نہ ہوجائے' کیونکہ جب ظلم و ستم کو کوئی روکنے والا مجبوراً نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس برائی کو اور برائی کے منبع کو ختم فرمادیتے ہیں۔

اب پھر آپ قرآن کریم اور صاحب قرآن کی طرف ایک بار لوٹ آئیے اور ملاحظہ فرمائیے کہ

اپنے رسول کا کیسا اخلاق مرسل رسول نے بنایا ہے' اور اس کے متبعین کو کس طرح کے اخلاق برتنے کی ترغیب دی ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لئے فرماتے ہیں: ''وانک لعلیٰ خلق عظیم'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ اس طرح سے کیا ہے کہ خالد بن ولیدؓ جس کی وجہ سے غزوۂ احد میں شاید مدینہ کا ایک بھی گھر ایسا نہیں بچا تھا کہ جس کا کوئی نہ کوئی فرد شہید نہ ہوا ہو اور شاید کوئی گھر ایسا نہیں تھا کہ جس میں کہرام نہ مچ گیا ہو حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی جامِ شہادت پینا پڑا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوگئے' وہی خالد بن ولیدؓ جب اسلام قبول کرنے مدینہ منورہ آتے ہیں تو ان کے لئے ان کے اعزاز میں چادر بچھادی جاتی ہے' یعنی آج کل کی زبان میں وی آئی پی ٹریٹمنٹ یا ریڈ کارپٹ ٹریٹمنٹ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق کے اعلیٰ معیار کا مصداق قرار دیتا ہے کہ آپ سے زیادہ بااخلاق انسان دنیا میں نہ تو کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو تو بیان کرنے کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ساری مخلوق کے نفع ونقصان کا فکر رکھتے تھے حتیٰ کہ قرآن کریم نے یہاں تک کہہ دیا کہ

''لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین۔'' (سورۂ شعراء:۳)

ترجمہ: ''کیا آپ اپنی جان کو ہلاک کرڈالیں گے' اگر اہل دنیا ایمان نہ لائیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انسانوں کے لئے رنج وغم کرنا' اس وجہ سے تھا کہ آپ جانتے تھے کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں تو جانا ہی پڑے گا' ان کی عارضی دنیا بھی اگر برباد نہ ہوئی تو خطرے میں ضرور پڑ جائے گی' قرآن کریم تو تمام انسانوں کو اتنا پیار کرتا ہے کہ ایک انسان کا قتل ناحق گویا سارے انسانوں کا قتل ناحق ہے' بھلا اس سے زیادہ امن وامان اور انسانیت سے ہمدردی کی اور کیا بڑی مثال ہوسکتی ہے؟ آیت قرآنی اس طرح سے ہے:

''من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفساً بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ومن احیاھا فکانما احی الناس جمیعاً۔''

(سورۂ مائدہ:۳۲)

یہ قرآنی آیات صاف ظاہر کرتی ہے کہ قرآن کریم کا قتل ناحق اور فساد فی الارض سے کوئی واسطہ ہی نہیں' بلکہ ایسے مذموم فعل کی مذمت ہی نہیں کرتا بلکہ اس کو سخت سزا بھی سناتا ہے۔ (سورۂ مائدہ:۴۵)

قرآن کریم تمام انسانوں کی دنیا وآخرت کی ہر قسم کی بھلائی پر حریص ہے' یہی وجہ ہے کہ قران کریم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے سچے فرمانبرداروں کو حد درجہ صبر وتحمل برتنے کی تلقین کرتا ہے اور جہاں تک ہوسکے خون بہانے سے کوسوں دور رہنے کی ترغیب دیتا ہے' لیکن جہاں ظلم وستم کو روکنے کا کہنے سننے کا اور سمجھانے بجھانے کا راستہ بالکل ہی رک جائے اور حق کے مغلوب ہونے کا اور باطل کے غالب ہونے کا خطرہ لاحق ہوجائے' وہاں پر قرآن کریم اپنے متبعین کو حبیب کی حدود سے نکل کر طبیب کے دائرے میں جانے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ عمل جراحی کے ذریعہ مادۂ فساد نکل جائے اور مریض حیات جاویداں حاصل کرسکے' اگر ایک شخص جس نے بہت خون بہایا ہو وہ سچی توبہ کرکے ایمان میں داخل ہوجائے تو اس کو فوراً قبول کیا جاتا ہے اور اس وجہ سے کہ بظاہر اس نے قتل کے خوف سے ایمان کا کلمہ پڑھا ہے' اس کو مارا نہیں جاسکتا کیونکہ ایمان کا ذرا سا بھی حصہ ذلیل دنیا کے مقابلہ میں بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے' جس کی بنیاد پر کسی بھی آدمی کو اس دنیا سے دس گنی بڑی جنت ملنے کا وعدۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

اس کے برخلاف عہد نامہ قدیم کی کتاب خروج اور کتاب گنتی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کے زمانہ کے جہاد میں کتنی بستیوں کو صرف زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نیست و نابود کردیا گیا' دین موسوی اختیار کرنے کی صورت میں بھی ان کے لئے جان بچانے کی کوئی سبیل نہیں تھی' لیکن اسلام کسی بھی شخص کا ظاہراً بھی اسلام میں داخل ہونا قبول کرتا ہے چاہے وہ باطناً مسلمان ہو یا نہ ہو' اس کو ہر طرح سے امان دی جاتی ہے اس کا قتل کسی بھی حال میں جائز نہیں۔ (سورۂ مائدہ:۹۴)

اس کے برخلاف عہد نامہ جدید میں نہ جانے کتنے موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ: ''تمہاری مثال سوکھی لکڑی کی طرح ہے' جس کو جلنا ہی جلنا ہے' کسی بھی طرح سے تمہارا بچاؤ نہیں'' جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ہر طرح کے سارے گناہوں کو معاف کرنے کا اعلان عام ہے' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔''

(سورۂ زمر:۵۳)

پس اخیر میں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اہل دنیا اور اہل ہوا قرآن کریم کی جتنی چاہے مذمت کریں انشاء اللہ اس کی روشنی‘ اس کا نور‘ اس کا اثر زائل ہونے والا نہیں‘ وقتی طور پر سورج کے اوپر گہرا بادل آنے سے سورج ڈھک تو ضرور جاتا ہے لیکن بادل کو چھٹنا ضرور ہوتا ہے‘ کیونکہ اس کا وجود دوام کو درکار ہی نہیں اور بادل چھٹتے ہی سورج صاف نظر آتا ہے‘ ایسے ہی دشمنانِ اسلام اپنی مادی طاقت یا صحافت کے زور پر حق و باطل اور باطل کو حق کہنے میں چاہے جتنے زور صرف کردیں حق‘ حق ہے‘ باطل‘ باطل ہے اور قرآن حق ہے اور وہ ہمیشہ غالب رہا ہے اور قیامت تک غالب رہے گا‘ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں‘ کیونکہ اس کا حافظ اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے حق کو باطل پر غالب کرنے کا اعلان کر رکھا ہے‘ پس قرآن کا کچھ بگڑنے والا نہیں انشاء اللہ دشمن ہی ختم ہوجائے گا‘ جس طرح قرون اولیٰ (یعنی زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ میں) حق غالب رہا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا اسی طرح انشاء اللہ حق پھر غالب ہوگا اور باطل بھاگ کھڑا ہوگا کیا دنیا نہیں جانتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز بیت اللہ شریف میں بتوں کو گراتے ہوئے یہ اعلان فرما رہے تھے

”قل جاء الحق وزهق
الباطل ان الباطل كان زهوقا“
(بنی اسرائیل:۸۱‘۸۲)

”قل جاء الحق وما يبدئ
الباطل وما يعيد“ (فاطر:۴۹)

پس تاریخ آج بھی اپنے آپ کو دوہرا سکتی ہے بشرطیکہ اہل ایمان اسوۂ نبوی ﷺ پر جلدی گامزن ہوجائیں‘ دشمنانِ اسلام‘ قرآن کریم پر چاہے کتنے ہی الزام لگائیں‘ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے‘ امن کو فساد ثابت نہیں کرسکتے وہ تو سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہی ہدایت ہے اور بطور خاص مومنین کے لئے شفا و رحمت ہے اور دشمنانِ دین کو تو اس پر عمل نہ کرنے سے سراسر نقصان ہی ہوگا۔ ہاں دشمنانِ دین اور دشمنانِ قرآن کا فائدہ اسی میں ہے کہ اس نسخہ شفاء (قرآن کریم) کو جلدی ہی استعمال کرنا شروع کردیں‘ ورنہ امتداد زمانہ سے مرض مہلک ہی ہوتا جائے گا جو آخر کار جان لے کر چھوڑے گا‘ پس یہ آفت قرآن کریم کی طرف سے نہیں آئے گی‘ بلکہ مریض ظالم کی طرف سے اس نسخہ شفاء کو استعمال نہ کرنے بلکہ اس سے نفرت کرنے اور اس کو مٹانے کی کوشش کی وجہ سے آئے گی کما قال اللہ تعالیٰ:

”واما الذين فى قلوبهم
مرض فزادتهم رجسا الى رجسهم
وماتوا وهم كافرون۔“ (التوبہ:۱۲۵)

پس قرآن کریم محرک‘ منکرات نہیں‘ محرک معروفات ہے‘ حامی فساد نہیں‘ حامی امن ہے مہلک الناس نہیں شفاء القلوب ہے‘ یہ مبارک کلام مبارک مہینے میں مبارک ذات پر بابرکت ذات الرحمٰن الرحیم کی طرف سے نازل ہوا ہے:

”شهر رمضان الذى انزل
فيه القرآن هدى للناس وبينت من
الهدى والفرقان۔“

اور یہ کہ:

”وننزل من القرآن ماهو
شفاء ورحمة للمؤمنين“
(بنی اسرائیل:۸۱‘۸۲)

جو انسانوں پر ظلم و ستم نہیں کرتا بلکہ ظلم و ستم کو رفع کرنے اور تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوق کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالنے والا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ اپنے کلام کی اس آیت میں فرماتے ہیں:

”يخرجهم من الظلمات الى
النور۔“ (البقرہ:۲۵۷)

جس مبارک ذات پر یہ کلام الٰہی نازل کیا گیا‘ اس کی شان یہ ہے کہ وہ تمام عالم کے لئے سراسر رحمت ہے‘ ہدایت ہے اور ان کی ہر قسم کی فلاح دارین کے لئے ہر وقت کوشاں و ساعی ہی نہیں‘ بلکہ حریص ہے‘ یہاں تک کہ ان کی بھلائی کے لئے اپنی جان تک کو ہلاکت میں ڈالنے کو تیار نظر آتا ہے آیات قرآنی ملاحظہ فرمائیے:

”لقد جاءكم رسول من
انفسكم عزيز عليه ماعنتم حريص
عليكم بالمومنين رؤف الرحيم۔“
(سورۂ یونس:۱۲۸)

”لعلك باخع نفسك الا
يكونوا مومنين۔“ (سورۂ شعراء:۳)

پس وہ کلام پاک یعنی قرآن کریم جس کی مذکورہ بالا شان ہو‘ اس پر دہشت گردی کا الزام لگانا سراسر غلط ہی نہیں‘ بلکہ اس انسان کو عقل سے عاری ہی کہا جاسکتا ہے جو اس طرح کے افضل ترین الفاظ کو ایسے عالی شان‘ عالی مرتبت منزل من اللہ کتاب امن کو کتاب دہشت گردی کہے‘ پس اخیر میں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ہی حوالے کئے جانے میں عافیت ہے‘ اگر وہ چاہے تو ان کو ہدایت دیدے اور اگر وہ چاہے تو مناسب حال سزا دیدے:

”فان تعذبهم فانهم عبادك
وان تغفرلهم فانك انت العزيز
الحكيم۔“ (سورۂ مائدہ:۱۱۸)

☆☆......☆☆

Regd # SS-160

شاندار انعامات

نقد انعامات

چھٹی تا میٹرک کے طلبہ و طالبات

اسکول کے طلبہ کیلئے خوشخبری

ختم نبوت کوئز پروگرام

باہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

پروگرام 16 جولائی بروز اتوار

بمقام: الخیر کمیونٹی سینٹر، جامعہ ملیہ روڈ، ملیر سٹی

کوئز بک اور تفصیلات کے لئے:

مولانا عبدالرحمٰن: 0321-2381756، مولانا سرزیب صدیقی: 0333-3730428

شاندار انعامات

نقد انعامات

چھٹی تا میٹرک کے طلبہ و طالبات

اسکول کے طلبہ کیلئے خوشخبری

ختم نبوت کوئز پروگرام

باہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

پروگرام 23 جولائی بروز اتوار

بمقام: وینس گارڈن، نزد بلوچ فلائی اوور

کوئز بک اور تفصیلات کے لئے

محمد طاہر محسن: 0334-3105315، وسیم نواب: 0300-3716592